توبہ واستغفار کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ»

[مسلم: ۲۷۴۹]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں ختم کر کے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ سے بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے گا۔''

[انتخاب: ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی]

[ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی]

استغفار اور اس کے فوائد

﴿ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴾ [المومن:۵۵]

''تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ۔''

﴿ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴾ [هود:۹۰]

''تم اپنے ربّ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔''

﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء:۱۱۰]

''جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربانی کرنے والا پائے گا۔''

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر:۵۳]

''کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کے اوپر بہت رحم کرنے والا ہے۔ بندوں کی طرف سے توبہ استغفار کرنے میں دیر ہے ربّ رحمان توبہ قبول کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار حکم فرماتا ہے کہ تم اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو میں تمہارے سب گناہوں کو بخشنے والا ہوں۔ میری رحمت سے ناامید مت ہو، سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس بابرکت مہینہ میں اللہ وحدہ لاشریک کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اپنے سب گناہوں کو گن گن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ کے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں۔ کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہا۔ تو صحابہ کے پوچھنے پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا: جس شخص کی زندگی میں رمضان کا مہینا آیا اور وہ اس میں اپنی بخشش نہ کروا سکا تو وہ آگ میں ہو۔ پس اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے اس پر میں نے آمین کہا تھا۔ [ابن حبان: ۸۹۵]

اس لیے اس رحمت اور مغفرت کے مہینے میں اللہ تعالیٰ سے سچی خالص توبہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ [التحریم:۸]

''اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔''

فہرست

جواہر پارے	توبہ واستغفار کی فضلیت	(انتخاب: عبدالرحمٰن بلتستانی)	1
کلمۂ طیبہ	استغفار اور اس کے فوائد	(عبدالرحمٰن بلتستانی)	2
اداریہ		(حافظ احمد شاکر)	5
ارکانِ اسلام	عیدالفطر اور اس کے مسائل واحکام	(مولانا عطاء اللہ حنیف)	7
ارکانِ اسلام	عیدالفطر.....ایک سوال	(مولانا محمد حنیف ندوی)	11
ارکانِ اسلام	علم وذکر	(مولانا محمد اشرف صاحب)	13
سفر نامہ	زیارتِ حرمین اور سفر کویت (۴)	(محمد اسحاق بھٹی)	19
تبصرۂ کتب	تبصرۂ کتب		28
فہرست کتب	فہرست کتب		33

پکار کو قبول کرنے والا

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ﴾

[البقرة:١٨٦]

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔''

مدد صرف اللہ تعالیٰ سے

رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

«اِذَا سَاَلْتَ فَسْاَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ» [ترمذی: ٢٥١٦]

''جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب مدد مانگو تو بھی اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگو۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا ۔ [ابن ماجه: ٩٢٥]

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے نفع دینے والا علم مانگتا ہوں اور پاکیزہ رزق اور ایسا عمل مانگتا ہوں جو مقبول ہونے والا ہو۔''

26 ستمبر تا 2 اکتوبر 2008ء.....(1372).....25 رمضان المبارک 1429ھ

اب کیا مجبوری ہے؟

اداریـــــــہ حافظ احمد شاکر

اللہ تعالیٰ اس ماہِ مبارک میں پاکستان اور اہل پاکستان پر رحم فرمائے کہ جناب مشیر داخلہ کے اس بیان کی ابھی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ ''اب دھماکے کم ہوگئے ہیں'' کہ وطن عزیز کا دارالحکومت اور پاکستان کا اسباب کے لحاظ سے محفوظ ترین شہر اسلام آباد میں، محفوظ ترین علاقے کا، ''پنج ستارہ'' ہوٹل بروز ہفتہ رات آٹھ بجے کے قریب ایک ایسے خوفناک خودکش دھماکے سے لرز اٹھا کہ جس کی مثال شاید اس سے پہلے نہ ہو۔ اس سانحہ میں اب تک اخبار میں آمدہ اطلاعات کے مطابق ۶۰ افراد جاں بحق ہوئے اور سینکڑوں زخمی۔

جب کہ ملبہ ابھی تک اٹھایا اور زخمی وغیرہ نکالے جا رہے ہیں۔ اخبارات کے مطابق یہ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ اس کی آواز اور زمین کی تھرتھراہٹ دور دور تک سنی گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دھماکے کا صدمہ تو غیر معمولی ہے کہ جس میں بہت سے بے گناہ لوگ لقمہ اجل بن گئے لیکن اس کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ جمہوری اور منتخب حکومت نے بھی روایتاً ویسے ہی بیانات دینے شروع کر دیئے ہیں جیسے بیانات دور آمریت کی روشن خیال حکومت کے ہوتے تھے۔ کوئی عقل مند اس کے ڈانڈے القاعدہ سے ملا رہا تھا اور کوئی اس کا کھرا بیت اللہ محسود تک لے جا رہا تھا یعنی ان بزرجمہروں کو یہ قطعاً خیال ہی نہیں رہتا کہ اسلام کا اصل دشمن تو کفر ہے، وہ ہندو ہو، عیسائی ہو یہودی ہو یا ان کے گماشتے ہوں۔ کلمہ شہادت کے ذریعہ اسلام کی گواہی دینے والا کوئی ایسا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جو اپنے کلمہ گو بے گناہ بھائیوں کو یوں ہلاک و برباد کرے، اگر کوئی بدبخت بہ ظاہر کلمہ پڑھنے کے باوجود اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ اس کے ایمان پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہوگا؟

اسے اگر ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جائے کہ اگر اسرائیل میں کوئی تخریب کاری ہو تو فوراً فلسطینی مسلمانوں پر اس کا الزام اور عتاب آ جاتا ہے۔ اگر امریکا یا کسی عیسائی ملک میں ہو تو وہ فوراً اسامہ نامی ہیولے اور اس کے ساتھیوں کو مسلمان ہونے کے ناطے نشانے پہ لے لیا جاتا ہے۔ اگر بھارت میں دھماکہ ہو تو اس کا نزلہ فوراً ہندوستانی مسلمانوں پر گرتا تھا، پھر پاکستان پر گرنے لگا اب وہ سارا ملبہ فوراً لشکر طیبہ پر ڈال دیتے ہیں، کیوں؟ صرف اس لیے کہ فلسطینی، القاعدہ والے اور پاکستانی مسلمان ہیں۔ تیز رفتار میڈیا نے دنیا بھر کے کفر ہندو، عیسائی، یہودی کو یہ باور کرا رکھا ہے کہ تمہارے دشمن صرف مسلمان ہیں ان سے بچو! جب کہ ہمارے بھلے مانس مسلمان حاکم سب سے پہلے بھارت، امریکا وغیرہ کو از خود بریت کا سرنامہ دے کر دنیائے کفر کو خوش کرنے اور رکھنے کی بھونڈی کوشش کرتے ہیں۔ بھونڈی اس لیے کہ ہمارے خالق و مالک نے ہمیں اپنی کتابِ عزیز میں ایک سے زیادہ جگہ پر فرمایا ہے کہ کافر تم سے اس وقت تک خوش نہ ہوں گے جب تک تم ایمان چھوڑ کر کفر نہ اختیار کر لو۔ پچھلے دنوں دلی میں جو دھماکے ہوئے اس پر صاحب ایمان مسلمان اتنا ہی افسردہ ہوا تھا جتنا وہ آج ہے کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور ہمارے دین کی تعلیم ہی یہی ہے۔ لیکن بھارتی حکومت نے جلد ہی اس کے ڈانڈے پہلے مسلمانوں سے ملا دیئے اور اب اس نے لشکر طیبہ کا نام لینا شروع کر دیا ہے۔ لیکن ہمارے وزیراعظم نے دھماکہ ہوتے ہی بڑی دریا دلی سے بھارتی حکومت کو بریت کا سرٹیفکیٹ دے دیا اسے اب کیا کہا جا سکتا ہے؟ جناب وزیراعظم! تحقیقات کے نتائج سامنے آنے تک جس طرح کسی کو موردِ الزام ٹھہرانا مناسب نہیں تھا ویسے

ہی کسی ملک یا فرد کو بے گناہ قرار دینے کی بھی کیا جلدی تھی؟ گستاخی معاف! یہ تو وہی پالیسی ہوئی جس کی ابتدا جناب میاں نواز شریف نے واجپائی سے بے تابانہ اظہار محبت کر کے کی تھی، ان کی تو کاروباری ضرورت یا کمزوری سمجھ آتی تھی پھر اس کے بعد جناب مشرف نے بھارت سے دوستی کرنے کے لیے کتنے ترلے کیے لیکن بنیا وہیں کا وہیں ہے ۔ ہم ہیں بے تاب اور وہ ہیں بیزار یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟

اب ہماری جمہوری بلکہ عوامی جمہوری حکومت ہے اب اس کی کیا مجبوری ہے یا کیا ہوسکتی ہے؟ حکمرانوں کو علم ہونا چاہیے کہ ان کا یوں فوراً کسی کو الزام دے دینا، یا فراخ دلی سے کسی کو بری کر دینا پاکستانی عوام کے جذبات کی عکاسی نہیں بلکہ طاغوت کی عالمی مسلم کش پالیسی کی غیر ارادی تائید ہوسکتی ہے۔ عراق کا حال ہمارے سامنے ہے۔ افغانستان کا حال ہمیں لمحہ بہ لمحہ پتا چلتا رہتا ہے۔ فاٹا کے علاقوں پر اسامہ اور اس کے ساتھیوں کی تلاش کے عنوان پر اس کے پے در پے حملے یہ کیا ہیں؟ جب ہم جیسے کم وسیلہ اور کم فہم لوگوں کو یہ بات سمجھ آنے لگ گئی ہے کہ کفر پاکستان کو غیر مستحکم کرنا چاہتا ہے تو حکم رانی کرنے والے با وسیلہ افراد کیا اس بات کو نہیں سمجھتے ہوں گے؟ فاٹا کی سینکڑوں بے گناہ ہلاکتوں پر اس نے اوّلاً تو کبھی معذرت کی ہی نہیں اگر اس کو کبھی کرنی بھی پڑ گئی تو وہ برائے وزن بیت تھی اس لیے کہ وہ تو اپنے ٹارگٹ کو لے رہا ہے۔

جناب صدر! سر کے بل نہیں تن کر جایئے!

اس دن دھماکے سے کچھ ہی دیر پہلے جناب صدر زرداری کا ایوان بالا و ایوان زیریں یعنی سینیٹروں اور قومی اسمبلی کے مشترکہ ایوان سے رسمی خطاب تھا۔ جس کے بارے میں سیاسی مبصر اور منجم اپنی اپنی من چاہی پیش گوئیاں کرتے رہے تھے اور دور دور کی کوڑیاں لاتے رہے تھے۔ لیکن خطاب بقول غالب ۔ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اِک قطرۂ خون نہ نکلا

یعنی مے وہی پرانی تھی اور پیمانے نئے تھے، ۳/نومبر ۲۰۰۷ء والے مقام پر عدلیہ کی بحالی کی خواہش تو اب تاریخ کا حصہ بن چکی ہے کہ دور حاضر کی سیاسی ریشہ دوانیوں سے مقتدر حضرات ججوں کے اتحاد میں رخنہ ڈال کر طے شدہ پالیسی میں کامیاب رہے۔ پہلے بعض، اور اب اکثر ججز حضرات نے نئے سرے سے حلف اٹھا کر ذمہ داریاں ادا کرنی شروع کر دی ہیں کچھ حضرات ریٹائرڈ ہو چکے اور کچھ ہونے والے ہیں۔

آہ! اقبال کہاں یاد آ گئے ۔ اڑالی قمریوں نے، طوطیوں نے، عندلیبوں نے چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

توقعات تھیں کہ 58/2B اور سترھویں ترمیم کے بارے میں جناب صدر کی لسانِ شیریں بیان سے بہار کے کچھ نغمے پھوٹیں گے یعنی انتخابی نعروں کے مطابق کچھ انقلابی اعلانات ہوں گے۔ لیکن جناب صدر ان اہم مسائل کو کمیٹیوں کے کھونٹے پہ باندھنے میں کامیاب ہو گئے۔ مشترکہ ایوان کے خطاب میں انہوں نے اپنے قائد کے قدیمی انتخابی نعرے روٹی، کپڑا اور مکان کے متعلق یعنی مہنگائی کے بارے میں بھی نہ کوئی رعایت دی اور نہ ہی عوامی مفاد کا کوئی اعلان کیا۔

حالاں کہ ان کی شخصیت کی جو خوابیدہ سیاسی اور جوڑ توڑ کی صلاحیتیں دسمبر ۲۰۰۷ء کے حادثے کے بعد نمایاں ہوئی ہیں بقول جاوید ہاشمی ان کے ادراک کے لیے P.H.D کرنا چاہیے۔ لیکن افسوس کہ اب تک ان کی کوئی ایسی صلاحیت تک ہم رسائی نہیں پا سکے جو نظریۂ پاکستان وطن اور قوم کے لیے باثمر اور مفید ہو۔ اب دیکھئے سلامتی کونسل میں وہ کیا ارشادات فرماتے ہیں ہم خواہش کرتے ہیں کہ جناب صدر اپنی ان صلاحیتوں کو وہاں بھی بروئے کار لے آئیں یعنی جنرل اسمبلی میں جناب صدر اب ایک جمہوری اور منتخب صدر کی حیثیت سے سر کے بل نہیں تن کر شریک ہوں تا کہ انکل سام جان لے کہ ع ابھی کچھ لوگ باقی ہیں ''پاکستان'' میں، اور اپنے مردِ حر ہونے کی لاج رکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

عیدالفطر اور اس کے مسائل واحکام

الله اکبر. الله اکبر. لا اله الا الله

والله اکبر. الله اکبر ولله الحمد

ہجرت کے اٹھارویں مہینے یعنی ۲ھ کو رمضان کے روزے فرض ہوئے اور روزوں کے اختتام کے بعد عید الفطر اور صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا حکم ہوا۔

رمضان المبارک کے ختم ہو جانے کے بعد یکم شوال کو مسلمانوں کے لیے..... یوم عید..... (خوشی کا دن) قرار دیا گیا اور حکم ہوا کہ اس دن تمام مسلمان غسل کریں۔ اپنی استطاعت کے مطابق اچھے کپڑے زیب تن کریں، خوشبو لگائیں، صدقۃ الفطر ادا کریں، تکبیر وتہلیل اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اس زور اور ہم آہنگی سے کریں کہ ان کی صداؤں سے فضائے آسمانی گونج اُٹھے۔ مہینہ بھر اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی جو عبادت کی ہے اس کے عوض ان کو جن نعمتوں سے نوازا گیا ہے اس کا شکریہ ادا کریں، اپنی پیشانیوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے زمین پر رکھ دیں اور ان عبادات واطاعات کی تکمیل پر سرور وانبساط کا عملاً اظہار کریں جو رمضان المبارک میں ان پر فرض کی گئی تھیں۔

تکبیریں

بعض علمائے سلف جن میں حضرت امام شافعی، امام ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ علیہم الرحمہ شامل ہیں فرماتے ہیں..... کہ عید کا چاند دیکھتے ہی اونچی آواز سے تکبیریں پڑھنا شروع کر دینا چاہئیں، انھوں نے اپنے استدلال کی بنیاد اس آیہ مبارکہ پر رکھی ہے:

﴿ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

''یعنی تم روزوں کی تعداد پوری کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو کہ اسی نے تم کو ہدایت بخشی ہے۔ تاکہ تم اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔''

لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ عید کی نماز کو جاتے وقت تکبیریں شروع کرنا چاہئیں۔

تکبیریں پڑھنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((زَيِّنُوْا اَعْيَادَكُمْ بِالتَّكْبِيْرِ))

''اپنی عیدوں کو تکبیروں سے مزین کرو۔''

تکبیریں اونچی آواز سے کہنا چاہئیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل منقول ہے۔

كان يغدوا الى العيد من المسجد وكان يرفع صوته بالتكبير

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عید گاہ کو جاتے وقت بلند آواز سے تکبیریں کہتے۔''

اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ .

عید کے مسائل

❀.....عید کے لیے غسل کر کے جانا چاہیے۔ نئے کپڑے پہننے چاہئیں۔ رسول اللہ ﷺ نیا اور مخصوص لباس زیب تن فرما کر عید پڑھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

❀.....خوشبو لگا کر عید کو جانا سنت ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے۔

((امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نطيب باوجود ما نجد فى العيد))

''ہمیں حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ہم بہترین خوشبو لگا کر عید گاہ کو جایا کریں۔''

❀.....عید گاہ کی طرف جانے سے پیشتر کچھ نہ کچھ کھا لینا سنت ہے۔

❀.....عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل جانا مستحب ہے۔

عورتوں کے لیے ارشاد ہے کہ وہ بھی نماز عید کی ادائیگی کے لیے جائیں۔ جو عورتوں ماہواری کورس میں مبتلا ہوں، وہ بھی جائیں۔ لیکن نماز میں شریک نہ ہوں۔ صرف دعا میں شرکت کریں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تخرج العواتق والحيض فى العيدين يشهدن الخير و دعوت المسلمين وتعذل الحيض المصلى

''ہمیں بارگاہِ رسالت سے حکم ہوا کہ سب نوجوان عورتیں حتی کہ حیض والی عورتیں بھی عید گاہ کو جائیں تا کہ وہ اس بہترین مقام پر حاضر ہوں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہوں مگر حیض والی عورتیں نماز نہ پڑھیں۔''

صدقہ فطر

❀.....صدقۃ الفطر کی ادائیگی فرض ہے۔ متعدد احادیث میں صدقہ کو زکوٰۃ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جو اس امر کی بین دلیل ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح زکوٰۃ ادا کرنا۔ فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کے ایک خاص نصاب سے ادا کرنا چاہیے اور صدقۃ الفطر میں یہ چیز نہیں۔ اس کی ادائیگی عید گاہ جانے سے قبل ہر مرد، عورت، بچے، بوڑھے، آزاد، غلام پر فرض ہے..... عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں یہ روایت ہے:

((فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين))

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ادا کرنا غلام اور آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ فطر کی ادائیگی کسی نصاب کے ساتھ مشروط نہیں، بلکہ یہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

❀..... صدقہ فطر ہر ایک کی طرف سے ایک صاع اجناس خوردنی میں سے ادا کیا جائے۔ صدقہ فطر کی ادائیگی اس لیے ضروری ہے کہ عید کے دن غریب و مسکین مسلمانوں کو سوال سے بے نیاز کر دیا جائے اور وہ اسی طرح عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں جس طرح کہ امراء اور اصحاب مال شرکت کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((وقال اغنوهم عن الطلب فى هذا اليوم))

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عید کے دن مسکین و نادار مسلمانوں کو سوال سے بے نیاز کر دو۔''

❀.....اگر بیوی بچوں میں سے کوئی مکان پر نہیں ہے اور وہ سفر پر گئے ہیں تو ان کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے۔ لیکن اگر عورت خاوند کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر گھر سے چلی گئی ہے تو اس صورت میں خاوند پر اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا ضروری نہیں۔ کیوں کہ ایسی صورت میں تو اس کا نان ونفقہ بھی خاوند پر فرض نہیں رہتا۔ مفرور غلام اور عاق لڑکا بھی اسی حکم کے تحت آتے ہیں۔

❀.....صدقہ فطر عید کی نماز کو جانے سے پہلے پہلے ادا کر دینا ضروری ہے۔ اگر عید کی نماز کے بعد ادا کیا جائے تو وہ صدقہ فطر شمار نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا حکم عام خیرات کا سا ہوگا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بزكوة الفطر قبل خروج الناس الى الصلوة)) [بخارى]

''نبی ﷺ نے حکم دیا کہ صدقہ فطر عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے ہی ادا کر دو۔''

❀.....اگر عید سے دو ایک دن قبل ہی صدقہ فطر ادا کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ جن لوگوں کا عید کی ضروریات خریدنے کا انحصار ہی صدقہ فطر پر ہو۔ ان کو کچھ روز پہلے ہی دے دینا چاہیے۔ زمانۂ نبوت وخلافت میں صدقہ فطر کی وصولی پر مقرر شدہ عامل کچھ روز پہلے وصول کرنا شروع کر دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مذکور ہے:

((کان یعطیها الذین یقبلونها وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او بیومین))

''یعنی وہ صدقہ فطر مقرر شدہ آدمیوں کو دیتے تھے اور صحابہ عید فطر سے ایک دو روز پہلے ہی دے دیا کرتے تھے۔''

صدقہ فطر عید سے پہلے ہی جمع کیا جائے۔ البتہ اس کی تقسیم عید کی نماز پڑھنے کے بعد بھی جائز ہے مگر اسی دن تقسیم کر دینا چاہیے۔ چناں چہ منقول ہے۔

((کان یامرنا ان نخرجها قبل ان نصلی فاذا انصرف قسمه بینهم))

''آنحضرت ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے کہ ہم صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کر دیں۔ آپ ﷺ جب عید کی نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تو اس کو مساکین میں تقسیم فرماتے۔''

اصل مسئلہ یہ ہے کہ صدقہ فطر ایک جگہ پر امام کی تحویل میں جمع کیا جائے اور امام ہی کی نگرانی میں تقسیم کیا جائے۔ زمانہ نبوت وخلافت میں سرکاری طور پر مقرر شدہ آدمی اس کو جب وصول کر کے لے جاتے تو ایک ہی جگہ پر جمع کر دیتے۔ یہ شرعی طریقہ اب ختم ہو رہا ہے اور لوگ اجتماعی طور پر تقسیم کرنے کے بجائے انفرادی طور پر صدقہ ادا کرنے لگے ہیں۔ اس صورت میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ بعض دفعہ مستحق لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور غیر مستحقین میں تقسیم ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ایک ہی مستحق کو زیادہ مل جاتا ہے اور باقی مستحق محروم رہ جاتے ہیں۔

صدقہ فطر ان اجناس خوردنی میں سے ادا کیا جائے جن کو لوگ بطور خوراک استعمال کرتے ہیں۔ اگر کوئی گیہوں کھاتا ہے تو گیہوں ادا کرے اور جو کھاتا ہے تو جو دے۔ ہر جنس سے پورا ایک صاع یا اس کی قیمت ادا کرنا چاہیے۔ ایک صاع کا وزن ہمارے ہاں ۲ سیر ۱۱

تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ

عید الفطر ۱۴۲۹ھ کے پرسعید موقعہ پر ادارہ الاعتصام اپنے معزز قارئین کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ اللہ کریم تمام مسلمانوں کو عید الفطر کی حقیقی خوشیاں نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔ [ادارہ]

اعلانِ تعطیلات

عید الفطر ۱۴۲۹ھ کے پرسعید موقعہ پر دفتر ہفت روزہ الاعتصام اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری مؤرخہ ۳۰ ستمبر تا ۵/ اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز منگل تا اتوار بند رہیں گے۔ اسی طرح مؤرخہ ۳/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ آئندہ شمارہ نمبر (۴۰) ان شاء اللہ ۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو اشاعت پذیر ہوگا۔ قارئین وایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔ [منیجر]

چھٹا نک کے برابر ہوتا ہے۔ نادار اور غرباء نصف صاع بھی ادا کر سکتے ہیں۔ جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے عہد امارت میں حج کے موقع پر دوران خطبہ میں فرمایا تھا کہ:

انی ارٰی مدین من سمواء الشام تعدل صاعاً من تمرنا خذ الناس بذلك ۔ [ابو داؤد]

''یعنی شام کی نصف صاع گیہوں کی قیمت کھجوروں کے ایک صاع کے برابر ہے۔ چناں چہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے نصف صاع کے بارے میں ایک رخصت کی صورت ضرور پیدا ہوتی ہے مگر انھوں نے یہ اس موقع پر فرمایا تھا جب کہ حجاز میں گیہوں نہ تھے اور کھجوریں عام تھیں اور ان کی قیمت میں دوگنا فرق پایا جاتا تھا۔ یعنی کھجور کا ایک صاع قیمت میں گیہوں کے نصف صاع کے کے برابر تھا۔ حجاز میں گیہوں باہر سے درآمد کی جاتی تھی اور خود حجاز میں اس کی پیداوار نہیں تھی۔ اس لیے گیہوں اور کھجوروں کی قیمتوں میں تفاوت پایا جانا ضروری تھا۔ اس زمانہ میں کھجور کی نسبت گیہوں اتنے ہی زیادہ گراں تھے جتنی کہ ہمارے ہاں گیہوں کی نسبت کھجور گراں ہے۔

بہرحال غرباء کے لیے اس سے جواز کی صورت نکل ہی آتی ہے۔ وہ نصف صاع یا اس کی قیمت ادا کر دیں تو صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے۔

عید کی نماز

❀.....عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید ہمیشہ کھلے میدان میں ادا کی ہے۔

الا مرة اصابهم المطر ۔

مگر صرف ایک مرتبہ بارش کے موقع پر مسجد میں ادا کی ہے۔

❀..... عید کی نماز کے لیے اذان اور اقامت دونوں کی ضرورت نہیں۔ [بخاری]

❀.....عید کی نماز سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد پڑھنا چاہیے۔

❀.....عید کی دو رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں۔ ان کو تکبیرات زواید کہتے ہیں۔

❀.....عید کے بعد خطبہ سننا سنت ہے۔ موطا میں ہے کہ

لا ینصرف حتی ینصرف الامام

''کوئی شخص امام سے پہلے عیدگاہ سے باہر نہ نکلے۔''

❀.....ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دینا مسنون ہے۔

❀..... جس راستہ سے عید کو جائے اسی سے واپس نہیں لوٹنا چاہیے۔ بلکہ راستہ بدل کر آنا چاہیے۔

❀.....عید کے بعد یا قبل کوئی نماز نہیں۔

❀❀.....❀.....❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علومِ عربیہ اسلامیہ کی معروف قدیمی دینی درس گاہ

جامعہ دارالحدیث محمدیہ

کوٹ رادھا کشن میں داخلہ

❀.....شعبہ علومِ عربیہ اسلامیہ، اور

❀.....شعبہ تحفیظ القرآن

میں داخلہ (۱۰) شوال سے شروع ہو رہا ہے، طلبا اور ان کے سرپرست داخلہ کے لیے رجوع فرمائیں۔

❀..... دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکول کی تعلیم بھی دی جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ

❀.....طلبا کو طعام و رہائش کی بہترین سہولت فراہم کی جائے گی۔

پروفیسر عبدالحکیم سیف

ناظم جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن

عیدالفطر.....ایک سوال

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

عیدالفطر مسرت وابتہاج کی کن نوعیّتوں کی حامل ہے اور آسمان کے اُفق تیرہ پر ہلالِ عید کن اُجالوں کا پیغام لے کر جلوہ افروز ہوا ہے، اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے فلسفہ رمضان پر غور کر لیں، اور یہ دیکھ لیں کہ بھوک اور پیاس کی کلفتوں کو جھیلنے اور پورا مہینہ ریاضت ومجاہدہ کی اس شکل کو روا رکھنے کے کیا معنی ہیں کہ اس اثنا میں ہمیں نہ صرف یہ کہ منکرات اور برائیوں سے ہی احتراز کرنا ہوگا، بلکہ اُن فطری اور ضروری خواہشات کی تکمیل سے بھی دامن کشاں رہنا ہو گا، جن کی بدولت زندگی کا یہ کارخانہ قائم ہے، کیا یہ اُسی رہبانیت کا اثر تو نہیں جس کی اسلام نے تردید کی ہے اور کیا اسلام اس فلسفہ حیات کو تسلیم کرتا ہے کہ تعذیب نفس کی کسی صورت سے فی الواقع روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، یا کم خوری اور فاقہ سے باطن میں انوار وتجلیات کے سوتے پھوٹنے لگتے ہیں۔

اسلامیات کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ اسلام کے نظامِ فکر میں اس طرح کی ''رواقیت'' کے لیے کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی، اسلام ایک زندہ مذہب ہے، ایک متحرک دین ہے اور زندگی کا ایسا بھرپور زاویہ نظر ہے، جو فکر ونظر کی اصلاح کے ساتھ ساتھ تہذیب وتمدن کے دبستان بھی سجاتا ہے اور قلب وروح کی تطہیر وتزکیہ کے پہلو بہ پہلو عنانِ توجہ کو اجتماعی زندگی کی طرفہ طرازیوں کی طرف بھی پھیرتا ہے۔

اسلام کے بارے میں یہ تجزیہ اگر صحیح ہے تو پھر بھوک اور پیاس کے جن شدائد کو ایک مسلمان روزہ کی شکل میں برداشت کرتا ہے، اُس کی توجیہ کا انداز دوسرا ہونا چاہیے، طبی اور نفساتی لحاظ سے یہ جہاں بالکل غلط ہے کہ کم کھانے سے جنسی خواہشات کم ہو جاتی ہیں اور اس کے نتیجے میں روحانیت اور ملکوتیت کے عوامل اُبھر آتے ہیں۔

یہاں یہ نکتہ جاں فزا سن رکھیے کہ قلب وروح کی توانائیوں کا جسم وجسد کی توانائیوں سے گہرا رشتہ ہے، چناں چہ اگر جسم وجسد کے تقاضے کمزور پڑیں گے، تو فکر وتعمق کی صلاحیتیں بھی اسی نسبت سے کمزور ہوں گی، یہی وجہ ہے کہ اسلام تربیت واصلاح کے کسی مرحلہ میں بھی جسم وجسد کے تقاضوں کو نظر انداز کر دینے کا حامی نہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ یہی وہ روش احتیاط ہے جو اسلام کو رہبانی وروایتی تصورات سے جدا کرتی ہے اور امتیاز وانفرادیت عطا کرتی ہے۔

اس کے یہ معنی نہ سمجھ لیجیے گا کہ اسلام تن پروری کا حامی ہے، اور حسی خواہشات کی تکمیل واتمام ہی کو زندگی کی غرض وغایت قرار دیتا ہے۔ نہیں اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ اسلام جسم وجاں دونوں کی عافیت کا خواہاں ہے اور ایک ایسا متوازن نظریہ حیات پیش کرتا ہے جس میں قلب وروح کے لطائف سے لے کر جسم وجسد کے تقاضوں تک ہر شے کا خیال رکھا گیا ہے۔

اس مرحلہ پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فاقہ کے شدائد سے، اور بھوک پیاس کی تلخیوں سے، قلب میں روحانیت نہیں اُبھرتی، باطن نہیں نکھرتا، اور ''تقویٰ'' کے دریچے وا نہیں ہوتے، تو پھر ﴿ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ﴾ کا مقصد روزہ سے کیوں کر پورا ہوتا ہے؟

جواب بہت سادہ اور آسان ہے۔ بات یہ ہے کہ عام طور پر ہم صبح وشام اس کے کھانے پینے اور کام ودہن کی تواضع کرتے ہیں، کہ شکم کا میکانزم اس کا مطالبہ کرتا ہے، فطرت یہ چاہتی ہے اور ہم مجبور ہیں کہ اس کے سامنے جھکیں، رمضان خواہشات وحسیات کی اس ادنیٰ سطح سے اُٹھا کر ہمیں رضاے الٰہی کے فرازِ اعلیٰ تک اُچھال دیتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس ماہِ سعادت پرور میں ہم اگر سحری سے لے کر غروب آفتاب تک نہیں کھاتے پیتے تو محض اس بناء پر کہ محبوب حقیقی کا حکم یہی ہے اور غروب آفتاب پر اگر ہمارا ہاتھ بے اختیار دسترخوان کی طرف لپکتا ہے تو اس لیے کہ اس جانِ جاں کا اشارہ اسی طرف ہے۔

گویا اس ماہ مبارک نے ہمارے محور اطاعت وتسلیم کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ پہلے اگر ہم اپنے جذبات کے تابع تھے، اپنی خواہشات کے غلام تھے، یا عقل واستدلال کی فرماں روائیوں کے قائل تھے، تو اب ہم نے ان سب سے روگرداں ہوکر اپنے پیارے آقا ومولا سے اس ایک ماہ میں اس طرح کا تعلق خاطر پیدا کرلیا ہے کہ اسی کا حکم حرزِ جاں بن گیا، اور اُسی کی رضا، زندگی کے پورے نقشے کو ترتیب دینے کی مجاز ہوئی۔

رمضان کے اس فلسفہ کی روشنی میں عید الفطر کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک ماہ کی اس ریاضت ومجاہدے نے ہمارے قلب وضمیر میں تسلیم ورضا کا جو نیا شعور بیدار کر دیا ہے، اس پر ہم خوش، نازاں اور شادماں ہیں۔

اور یہ اُجلا اُجلا لباس، یہ متبسم چہرے، اور ناؤ نوش کا اہتمام ہماری اسی خوشی اور اسی مسرت کا غماز ہے۔

یہ عید دراصل اُن عبادت گزاروں کا جشن تہنیت ہے، جنھوں نے رمضان میں بھوکا پیاسا رہ کر اللہ کی خوش نودی کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ جنھوں نے اطاعت کے اس انوکھے اور نئے معیار کا تجربہ کیا ہے اور جنہوں نے ذاتی طور پر تعلق باللہ کی برکتوں کو آزمایا ہے۔ کیا اس جشن کے بارے میں ہمارے یہی احساسات ہیں؟

یہ ہے وہ اہم سوال.....!

❀❀.....❀.....❀❀

ضرورتِ رشتہ

سلیقہ شعار، تعلیم یافتہ (ایم۔اے) دو بیٹیوں کے لیے برسرروزگار، تعلیم یافتہ گھرانوں سے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی قید نہیں۔ ہم پلہ بچوں کے والدین رابطہ کریں۔ لاہور کے رہائشی کو ترجیح ہوگی۔

ڈاکٹر عتیق الرحمٰن چوہدری، ٹاؤن شپ لاہور

فون: 042-5121088

عالمی اہل حدیث کانفرنس بمقام لاہور

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے بسلسلہ ''ختم نبوت'' عالمی اہل حدیث کانفرنس ۶، ۷ر نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات، جمعۃ المبارک مینار پاکستان لاہور کے وسیع پنڈال میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کانفرنس میں دنیا بھر سے مذہبی، دینی، سماجی اور جید اہل علم خطاب فرمائیں گے۔

ان شاء اللہ الرحمٰن

چوہدری شوکت ضیاء

مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور

علم و ذکر

مولانا محمد اشرف صاحب، ایم۔اے

موجودہ زمانہ میں جب کہ دورِ رسالت کے بُعد کی وجہ سے اسلامی زندگی ٹوٹ چکی ہے علم وذکر کا حقیقی حصول ہی اس زندگی کو عالم میں دوبارہ قائم کرسکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے علمی حلقوں پر علم وذکر کی کیفیت طاری ہو۔ دورِ رسالت میں رسالت مآب ﷺ کا وجودِ اطہر علم کی عظمت پیدا کرنے کے لیے کافی تھا۔ آج اس کا بدل اللہ کی عظمت اور اعلم الناس ﷺ کی بزرگی ومحبت کا دھیان ہے کہ جب ہم میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت وقدر اور محبت والفت پیدا ہوگی تو ان کی بتائی ہوئی باتوں اور اوامر کی قدر ومحبت بھی ہمارے قلوب میں جاگزیں ہوگی کہ کسی قول کا وقیع ہونا صاحب قول کی وقعت پر ایک حد تک مبنی ہے اور جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اقوال واوامر کی قدر ومحبت ہمارے دلوں میں راسخ ہوجائے گی تو فطرتاً ہم ان پر عمل پیرا ہوجائیں گے کہ محبوب ووقیع چیز کے حصول کی جستجو وطلب فطرت انسانی ہے۔ اس طرح سے اس پاک ومطہر زندگی کا عملی دروازہ ہم پر کھل جائے گا جو کائنات کے لیے آیہ رحمت ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اس وقعت وعظمت کو دل میں بٹھاتے ہوئے ہمیں قرآن وسنت نبوی ﷺ کے تعلیم وتعلّم، درس وتدریس کے لیے اپنے کچھ اوقات کو فارغ کرنا چاہیے۔ اس تحصیل علم کے لیے عملی نمونہ جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر عمل کی راہیں زیادہ کھلیں گی کہ بعض عرفا کا قول ہے: ''قول سے قول پیدا ہوتا ہے اور عمل سے عمل پیدا ہوتا ہے۔'' اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ دورِ صحابہ میں صحابہ اکثر مسائل کا عملی جواب دیا کرتے تھے۔ چناں چہ عمرو بن ابی حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری سے نبی ﷺ کے وضو کے متعلق سوال کیا گیا تو بجائے زبانی بتانے کے عملاً اس طرح تعلیم دی:

فدعا بتور من ماء فتوضأ لهم ۔ الخ

''پانی کا برتن منگوالیا اور پھر ان کے بتانے کے لیے وضو کیا۔''

روایت میں ان الفاظ کے بعد آپ کے بتائے ہوئے وضو کی تفصیل ہے۔[صحیح بخاری، ج:۱، ص:۳۲، باب مسح الراس مرة]

اسی طرح حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اپنے ملنے والوں سے کہا:

الا انبئكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وذاك فى غير حين صلوٰة فقام ثم ركع ۔ الخ

''کیا تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ نہ بتلاؤں۔ راوی کہتا ہے اس وقت نماز (فرض) کا وقت بھی نہیں تھا۔ پھر (عملاً تعلیم دینے کے لیے نماز شروع کی اور) قیام کیا پھر رکوع کیا۔'' الخ

اسی طرح پوری نماز پڑھ کر عملاً نماز کی تعلیم دی (زبانی تعلیم پر اکتفا نہیں کیا۔)[بخاری، ج:۱، ص:۱۱۳، باب المکث بین السجدتین]

دوسری روایت میں حضرت مالک ابن حویرث نے صاف تصریح کردی کہ ان کا مقصد نماز کے پڑھنے سے عملاً تعلیم دینا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ ورنہ زبانی بھی وہ نماز کا نقشہ کھینچ سکتے تھے۔ چناں چہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابى قلابة قال جاء نا مالك بن الحويرث فصلى بنا فى مسجدنا هذا فقال انى لا اصلى بكم

وما اريد الصلوٰة لكن اريد ان اريكم كيف رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى ۔ [بخاری، باب كيف يعتمد على الارض اذا قام من الركعة]

''ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث ہمارے پاس آئے اور ہمیں اس مسجد میں نماز پڑھائی اور پھر کہا میں نے جو تمھیں نماز پڑھائی اس سے میرا ارادہ اس کے سوا اور کوئی بھی نہ تھا کہ تمھیں یہ دکھا دوں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔''

میرا مطلب ان روایتوں کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ ہمارے مکاتب و مدارس میں عملی تعلیم کا جو طریقہ متروک ہو چکا ہے دوبارہ زندہ ہو جائے کہ آنکھوں دیکھی چیز سنی ہوئی سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور جلد سمجھ میں آ جاتی ہے۔

تعلیم کا ثمرہ حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ طالب علم کو اعمال کی جزا اور فائدوں سے آگاہ کیا جائے کہ جس قدر اعمالِ صالحہ کے اخروی اور ان کے ضمن میں دنیوی فائدے اس پر منکشف ہوں گے فطرتاً عمل پر پڑنے کے لیے اس کا ذوق وشوق بڑھے گا کہ انسان خیر کا حریص ہوتا ہے۔ جس قدر اعمال کی قدر و قیمت معلوم ہوگی ان کے حصول کی کوشش اسی قدر بڑھے گی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ فضائل و ترغیب کی احادیث کا بہ کثرت مذاکرہ کیا جائے کہ نفس ان اعمال کی لذت محسوس کرنے لگے اور قلب میں ان کی محبت رچ جائے اور جب انسانی قلب و نفس کسی چیز کو چاہنے اور پسند کرنے لگتا ہے تو انسان اس پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح منکرات پر جو جو سزائیں اور وعیدیں آئی ہیں ان کی تنذیر و تذکیر بھی برائیوں سے روکنے کا ایک بڑا سبب بنے گی اور تبشیر و تنذیر کے اس نبوی طریقۂ تعلیم سے متعلّم برائیوں سے مجتنب ہو کر نیکیوں پر عمل پیرا ہو جائے گا۔

ہمیں اس چیز کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ عمومی تعلیم دین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ متنازعہ فیہ مسائل میں عوام کو نہ الجھایا جائے کہ اس طرح ان کی طبیعت عمل کی راہ سے ہٹ کر قیل وقال اور جدل و مناظرہ میں پھنس کر رہ جائے گی جس کا ان کے لیے کوئی دینی فائدہ نہیں۔ مزید برآں متفق علیہ اتنے مسائل ہیں اور بے قیل وقال عمل کے لیے اتنا میدان وسیع ہے کہ ایک سلیم الطبع انسان ان پر گامزن ہو کر بآسانی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

عمومی تعلیم دین کے لیے ہمیں پھر سے مساجد میں قرنِ اوّل کی طرح علم و ذکر کے حلقے قائم کرنے ہیں کہ مدارس و خانقاہیں عامۃ المسلمین کی دینی تعلیم و تربیت کی کفیل نہیں ہو سکتیں کہ اس مشغول زمانہ میں ہر کہ و مہ کے لیے مدارس اور خانقاہوں کے لیے فراغت مشکل ہے اور نہ ہی اتنی کثیر آبادی کے لیے مدارس و خانقاہیں مہیا کی جا سکتی ہیں۔ دین کے ان طلب گاروں کے لیے جن کی ہمتیں اللہ نے بلند کر دی ہیں، مدارس اور خانقاہیں ضروری ہیں کہ علم و تزکیہ کے امام و عارف وہیں سے بن کر نکلتے ہیں۔ ان اللہ والوں کی مثال اصحاب صفہ جیسی ہے جن کی پوری زندگیاں علم و ذکر کے لیے وقف ہو چکی تھیں۔ لیکن عام مسلمان پوری زندگیاں اس پاکیزہ کام کے لیے عملاً وقف نہیں کر سکتے۔ ان کے لیے لازم ہے کہ دورِ اوّل کی طرح مساجد میں تعلیم و تعلّم اور ذکر و ہدایت کے حلقے قائم کریں۔ ہمیشہ تحصیل علم و عمل کا اہتمام کریں۔ دین کی بنیادی باتیں سیکھیں اور سکھائیں۔ ضروری مسائل کا علم حاصل کریں، فرائض و واجبات پر عمل پیرا ہوں اور سنن و مستحبات پر چلنے کی کوشش کریں تاکہ دینی زندگی جو کہ صدیوں کے جمود کی وجہ سے ٹوٹ چکی ہے، دوبارہ عالم کو اپنی روشنی سے منور کرے۔

ہماری مساجد پھر سے علم و ذکر کے نور سے منور اور تزکیہ و ہدایت کی روشنی سے چمک اٹھیں۔ جس طرح مسجد نبوی کے طالب علم عالم کے امام بنے تھے۔ اگر آج انھیں بنیادوں پر ہر مسلمان دین کا ضروری علم سیکھے اس پر خود عمل پیرا ہو اور دوسروں کو اس کی دعوت دے تو سارا عالم پھر ایمانی کرنوں سے جگمگا سکتا ہے۔ صحابہ کے زمانہ میں ہر چھوٹا بڑا، امیر و غریب، تاجر و کاشت کار، ملازم و بیوپاری ہر شخص دین کا ضروری علم رکھتا تھا کہ جب تک علم نہ ہو عمل ناممکن ہے اور جب تک ہم رسالت پناہ ﷺ کی لائی ہوئی زندگی کی واقفیت و علم نہیں رکھیں گے ہم

اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال نہیں سکتے۔ اسی لیے کتاب وسنت میں علم کی اس قدر فضیلت آئی ہے۔ استقصاء مقصود نہیں، تاہم تبرکاً ایک دو آیتیں اور چند حدیثیں علم اور طلب علم کی فضیلت میں نقل کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾ [المجادلة:]

''بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ درجے تم میں سے ان لوگوں کے جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ علم والے ہیں۔''

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آلِ عمران:]

''آپ فرما دیجیے کیا جاننے والے (علم رکھنے والے) اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں؟'' (مراد یہ ہے کہ ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔)

﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ [الفاطر:]

''تحقیق اللہ سے اس کے علم رکھنے والے بندے ہی ڈرتے ہیں۔''

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے:

من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين ۔ [مشكوة، كتاب العلم۔ صحيح بخارى، ج:١، ص:١٧۔ ابن ماجه، ص:٢٠۔ جامع ترمذى، ج:٢، ص:٨٩ ومسلم وغيره]

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔''

کہ دین کی سمجھ اور علم کے بغیر عمل ناممکن ہے۔ اس لیے دین جو کہ سراسر خیر ہے۔ اس کے حصول کے لیے اوّل علم کی تحصیل ضروری ہے کہ علم کی روشنی کے بغیر راہِ ہدایت کی تلاش اور اس پر گامزن ہونا سراسر بے وقوفی اور جہالت ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

طلب العلم فريضة على كل مسلم ۔

[ابن ماجه، باب فضل العلماء]

''علم (دین) کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

دین کی تمام تر سرسبزی وشادابی دین کے علم پر موقوف ہے جب تک ہم یہ جانیں گے کہ دین کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کس چیز سے راضی ہوتے ہیں؟ صراطِ مستقیم کیا ہے؟ ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ اسلام کا مدعا کیا ہے؟ سرورِ کائنات ﷺ نے اپنی زندگی کس طرح گزاری ہے؟ اور ہمارے لیے کیا نمونہ چھوڑا ہے؟ ہم دین کی راہ پر نہیں چل سکتے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے علم اور طالب العلم کے فضائل بہ کثرت بیان فرمائے ہیں۔

امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے:

عن كثير بن قيس قال كنت جالساً مع ابى الدرداء فى مسجد دمشق فجاء ه رجل فقال يا ابا الدرداء انى جئتك من مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم لحديث بلغنى انك تحدثه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما جئت لحاجة قال فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سلك الله به طريقاً من طرق الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم ليستغفر له من فى السمٰوٰت ومن فى الارض والحيتان فى جوف الماء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر ۔ [مشكوة، كتاب العلم، الفصل الثانى۔ ابن ماجه، باب فضل العلماء۔ ترمذى، باب ما جاء فى فضل الفقه على العبادة، ج:٢، ص:٩٣، عن قيس ابن كثير وابوداؤد ج:٢، كتاب العلم]

''کثیر بن قیس سے روایت ہے کہ میں حضرت ابی الدرداء

کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوالدرداء! میں مدینۃ الرسول ﷺ سے آیا ہوں۔ میرے آنے کا مقصد سوا اس کے اور کچھ بھی نہیں کہ میں نے سنا ہے آپ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے طلب علم کے لیے کسی راستہ پر چلنا شروع کیا اللہ تعالیٰ اس راستہ کے بدلے اسے جنت کے راستوں پر چلائے گا اور ملائکہ طالب علم کے پاؤں کے نیچے اپنی خوشنودی کے اظہار کے لیے پر بچھاتے ہیں۔ عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات اور سمندر کی مچھلیاں مغفرت چاہتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی بدرِ کامل کی دوسرے ستاروں پر۔ اور علماء انبیاء کے وارث ہیں کہ انبیاء درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے۔ ان کی میراث علم ہوتی ہے۔ پس جس نے علم حاصل کیا اس نے بڑا حصہ نعمت کا پایا۔''

ابن عباس رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ۔

[مشکوۃ، ص:۳٤۔ ابن ماجه، ص:۲۰]

''دین کی سمجھ رکھنے والا ایک (عالم) شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔''

امام ترمذی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا جن میں ایک عالم اور دوسرا عابد تھا تذکرہ کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله وملائکته واهل السمٰوٰت والارضین حتی النملة فی جحرها وحتی الحوت یصلون علی معلم الناس الخیر ۔ [ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفقه عی العبادة]

''عالم کی فضیلت عابد (بے علم) پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ ترین شخص پر۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے حتی کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں تک لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے کے لیے دعا کرتی ہیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس کے آخر کے الفاظ یہ ہیں:

ومن سلك طریقا یلتمس فیه علم سهل الله به طریقا الی الجنة وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون لکتاب الله ویتدار سونه بینهم الا نزلت الیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائکة وذکرهم الله فی من عنده ومن بطاء به عمله لم یسرع به نسبه ۔ [مشکوۃ، ص:۳۲، بحواله مسلم۔ ابن ماجه، ص:۲۰]

''جو شخص طلب علم کے لیے کسی رستہ پر چلا۔ اللہ تعالیٰ اس راستے کے بدلے میں جنت کا راستہ اس کے لیے آسان کردے گا اور نہیں جمع ہوتی کوئی قوم (لوگ) اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں کہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اس کا مذاکرہ کرتے ہوں۔ مگر نازل ہوتی ہے ان پر سکینۃ (طمانیت) اور ڈھانپ لیتی ہے انھیں رحمت اور گھیر لیتے ہیں انھیں فرشتے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس والوں کے سامنے ان کا ذکر کرتا ہے اور جسے اس کا عمل (تقرب الٰہی اور نجات) سے (بوجہ عملی یا علم پر عمل نہ کرنے کے) پیچھے کردے اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکے گا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا اجر اسے ملتا رہتا ہے (اگر اس نے اپنی حیات میں کیے ہوں) صدقہ جاریہ، دوم ایسا علم جس سے اس نے نفع اٹھایا ہو

(یعنی کسی کو علم کی باتیں بتائی ہوں) یا خود عمل کیا ہو۔ سوم ولد صالح جو اس کے لیے دعا کرے۔ [مشکوۃ، ص:۳۲، بحوالہ مسلم]

حضرت ابوسعید الخدری رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

لن یشبع المومن من خیر یسمعه حتی یکون منتهاه الجنة ۔ [رواه الترمذی وقال حدیث حسن غریب، ج:۲، ص:۹۳]

''مومن کو خیر کی بات سننے (یعنی طلب علم) سے سیری نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس کی انتہا جنت ہوتی ہے۔''

ترمذی اور دارمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل اللّٰه حتی یرجع ۔ [مشکوة، کتاب العلم]

''جو شخص علم کے لیے (اپنی جگہ سے) نکلا وہ اللہ کی راہ میں (مجاہد کی طرح) ہے۔ یہاں تک کہ واپس لوٹ آئے۔'' (یعنی اسے مجاہد کا ثواب ملتا رہے گا۔)

حضرت سنجرۃ الازدیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من طلب العلم کان کفارة لما مضی ۔ [مشکوة، ص:۳۲، بحواله ترمذی، دارمی]

''جس نے علم حاصل کیا وہ اس کے ماسبق گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا حسد الا فی اثنین رجل اتاه اللّٰه ما لا فسلطه علی هلکته فی الحق ورجل اتاه اللّٰه الحکمة فهو یقضی بها ویعلمها ۔ [مشکوة بحواله بخاری ومسلم، بخاری باب الاغتباط بالعلم]

''صرف دو آدمیوں پر ہی رشک ہوسکتا ہے ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے دین کا علم دیا ہو اور وہ اس سے فیصلہ کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔''

حضرت ابوموسیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس ہدایت اور علم کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس کی مثال بھرپور بارش کی ہے جو زمین پر ہوتی ہے اور زمین کے مختلف طبقے ہوتے ہیں۔ بعض حصہ عمدہ ہوتا ہے اور (جلد) پانی کو جذب کرلیتا ہے اور گھاس اور ہریالی کثیر مقدار میں اس پر پیدا ہوجاتی ہے اور زمین کا بعض حصہ پانی کو اپنے اندر ٹھہرالیتا ہے اس سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں۔ اس سے پانی پیتے اور پلاتے ہیں اور پانی دے کر کھیتیاں اگاتے ہیں۔ اور زمین کا بعض ٹکڑا بنجر چٹان ہوتا ہے نہ پانی کو ٹھہراتا ہے اور نہ اس پر کچھ گھاس اگتی ہے۔ یہ پہلی مثال اس کی ہے جو دین میں سمجھ حاصل کرتا ہے اور جس چیز کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اس سے فائدہ اٹھاتا ہے خود علم حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو تعلیم دیتا ہے۔ اور (آخری) مثال اس شخص کی ہے جو اس ہدایت کی طرف سر بھی اونچا نہیں کرتا (یعنی التفات نہیں کرتا) اور جو ہدایت میں دے کر بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کرتا۔ [صحیح بخاری، باب فضل من علم وعلمه]

قرآن وحدیث کے ان جواہر ریزوں سے اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ علم ہی اسلامی زندگی کے حقائق کو ہم پر آشکار کرکے ہمیں راہِ ہدایت پر گامزن کرتا ہے اور ہم میں ایمان وایقان کے جذبات پیدا کرکے ہمیں سراپا مسلم اور دین ہدیٰ پر عامل بنادیتا ہے۔

صحابہ کرام کبرسنی میں بھی تحصیل علم کے فریضے سے غافل نہیں ہوتے تھے جیسا کہ امام بخاری نے تصریح کی ہے۔

[بخاری، ج:۱، ص:۱۷]

اور ایک ایک حدیث کے لیے مہینوں کا سفر برداشت کرتے تھے۔ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہ نے مدینہ سے شام کا سفر صرف ایک حدیث کے لیے اختیار کیا۔ [بخاری، تعلیقاً باب الخروج فی طلب العلم]

آج اگر ہمارا یہ جذبہ سرد ہوچکا ہے تو کم از کم اتنا تو کرسکتے ہیں

کہ اپنے اپنے علاقوں، محلوں اور گاؤں کی مساجد میں اپنی دنیاوی مشغولیتوں سے کچھ وقت نکالتے ہوئے دین کا ضروری علم عمل کی نیت سے حاصل کریں۔ اس کے لیے اپنے علماء کے مشورے سے ہم کتابوں کا مختصر سا نصاب بنا سکتے ہیں جو نبوی طریقہ تعلیم وہدایت کے مطابق ہو۔ تنذیر وتبشیر، ترغیب وفضائل، ترہیب ووعید کا جامع، الٰہی خوف وخشیت اور محبت والفت پیدا کرنے والا اور عمل پر پردہ ڈالنے والا ہو۔ تعلیم کا طریقہ الٰہی عظمت ومحبت اور ذکر کی کیفیت کو لیے ہوئے ہو۔ درسی علم کی بجائے عملی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی جائے اور قول سے زیادہ عمل پر زور دیا جائے جو اشخاص ناخواندہ ہوں اور پڑھنے کی ہمت نہ پاتے ہوں ان کے لیے صدق نیت سے دوسروں سے سن کر ان پر خود عمل پیرا ہونا اور دوسروں کو اس کی ثواب کی نیت سے دعوت دینا ہی کافی ہے۔ جو جوان ہمت لوگ علم کا معتد بہ حصہ حاصل کرنا اور عالم بننا چاہتے ہوں ان کے لیے تو درس گاہوں ہی میں باقاعدہ تحصیل کے سوا چارۂ کار نہیں۔ لیکن عامۃ الناس کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھی کافی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور اوامر الٰہیہ کی قدر وقیمت کا دھیان کرتے ہوئے دین کا ضروری علم عمل کی نیت سے حاصل کیا جائے اور اس علم کو ذکر وعمل باہمی مذاکروں اور دعوت کے ذریعہ سے پختہ کیا جائے کہ علم میں اخلاص وتعلق مع اللہ سے نورانیت آتی ہے۔ عمل اس علم کی حفاظت کرتا ہے اور حکیمانہ ومخلصانہ دعوت، علم میں رسوخ، پختگی اور عمق پیدا کرتی اور عمل کی محرک بنتی ہے۔

الٰہی علم ویقین، پیہم عمل، دائمی دعوت کے نور ہی سے کاشانہ اسلام کی روشنی ہے۔ اخلاص وعظمت الٰہی کے استحضار کے ساتھ جس قدر امت ان اعمال میں مشغول رہے گی، رضائے الٰہی اور دائمی فوز وکامرانی سے ہمکنار رہے گی اور جس قدر ایمان ویقین، علم وعمل، عمومی دعوت اور باہم تذکیر وتواصی سے کنارہ کرتی جائے گی نقصان وخسارہ میں مبتلا ہوجائے گی۔ سورۂ العصر اسی حقیقت کی قرآنی شہادت اور اقوام وملل کی الٰہی سرنوشت ہے۔ جس پر پوری انسانی تاریخ گواہ وشاہد ہے۔

امت محمدیہ مرحومہ کے مختلف طبقات وگروہ جسد ملت کے اعضا وجوارح کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی زندگی اوامر الٰہیہ کے علم وعمل پر موقوف ہے۔ ملت کی شریانوں میں جب تک تعلیماتِ نبوی کا صالح خون دوڑتا رہے گا اس کے اعضاء وجوارح اسلام کے حیات آفریں پیام سے زندگی اور توانائی پاتے رہیں گے اور جس قدر حیات وقوت کے ان الٰہی سرچشموں سے مختلف طبقات کا تعلق کم ہوتا جائے گا ملت پر اضمحلال چھاتا جائے گا۔ ملت جملہ طبقات وافراد سے عبارت ہے جن میں سے کسی طبقے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے امت مسلمہ میں نئی زندگی پیدا کرنے کے لیے جملہ طبقات امت کو نبوی تعلیمات سے آشنا کرنا ہے۔ عملی زندگی کی راہیں کشادہ اور قرآن وسنت کی سلسبیل وکوثر سے ہر کہ ومہ کو حسب استعداد سیراب کرنا ہے۔ ایمان ویقین، علم وعمل، ذکر وخشیت، احسان واخلاص، اخلاق وخوبی معاملات اور حسن ومعاشرت کی عام فضائیں قائم کرنی ہیں اور یہ اسی صورت ممکن ہے کہ الٰہی اعتماد وتوکل، ہمت وعزیمت سے کام لیتے ہوئے ملت اسلامیہ کے جملہ طبقات کو علم وعمل، ذکر ودعوت کی اس راہ پر ڈال دیا جائے جس سے پہلے بھی امت پر بہار آئی تھی اور ختم نبوت کی برکت سے آج بھی آسکتی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی جاودانی تعلیمات، ہر زمان ومکان، ملت وقوم کے لیے نجات وکامرانی، فوز وفلاح کا آخری الٰہی نوشتہ ہے جس سے امت محمدیہ کی زندگی قائم اور اس کا فروغ وابستہ ہے۔ امت آج بھی ان قدسی سوتوں سے سیراب ہوکر الٰہی زندگی سے سرشار ہوسکتی ہے اور ہلاکت سے ہمکنار سسکتی انسانیت کو دائمی چین، امن وسکون اور نبوی پاک ومطہر زندگی کا پیام دے کر عالم کی نجات دہندہ بن سکتی ہے۔

بیا تا گل بر افشانیم مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم وطرح نو در اندازیم
اگر غم لشکر انگیز دکہ خونِ عاشقاں ریزد
من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

[بہ شکریہ، ماہنامہ رحیق اپریل ۱۹۵۹ء]

❀❀.....❀.....❀❀

زیارتِ حرمین اور سفر کویت

محمد اسحاق بھٹی

یکم جولائی ۲۰۰۸ء کو غروبِ آفتاب کے بعد سات بجے جہاز کویت ایئرپورٹ پر اترا۔ مجھے عارف جاوید صاحب نے جدہ میں ٹیلی فون کر کے بتا دیا تھا کہ جہاز سے اترتے ہی ایک صاحب سلمان زیدی ایئرپورٹ پر آپ کو ملیں گے۔ میں جہاز سے اترا تو یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی۔ میں اپنا سامان تلاش کر رہا تھا کہ کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور نرم آواز میں کہا: ''آپ اسحاق صاحب ہیں؟''

فوراً ذہن میں آیا کہ یہ وہی صاحب ہیں جن کے بارے میں عارف جاوید صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ کو ایئرپورٹ پر ملیں گے۔ میں نے ان کے سوال کا اثبات میں جواب دیا۔ وہ پینٹ شرٹ میں ملبوس میانے قد کے گندم گوں شخص تھے۔ کوئٹہ کے رہنے والے ہیں۔ کویت ایئرپورٹ میں ملازمت کرتے ہیں۔ جوں ہی ان کی آواز کان میں پڑی، میری پریشانی ختم ہوگئی۔ پردیس میں وہ میرے لیے فرشتہ رحمت ثابت ہوئے۔ انھوں نے خود ہی میرا سامان تلاش کیا اور ریڑھی پر رکھا۔ پھر اسے کھینچتے ہوئے تفتیشی عملے کے پاس آئے۔ متعلقہ آدمی نے آگے جانے کا اشارہ کیا۔ اس طرح میں سامان کی چیکنگ سے بچ گیا، جس سے میں بہت گھبرا رہا تھا۔

کویت ایئرپورٹ پر سلمان زیدی صاحب کے ساتھ آگے بڑھا تو عارف جاوید محمدی، مولانا عبدالخالق مدنی اور چند دیگر دوست میرے انتظار میں کھڑے تھے۔ انھیں دیکھ کر اور مل کر بے حد مسرت ہوئی۔ ایسے معلوم ہوا کہ اپنے گھر آ گیا ہوں۔ ساتھ ہی چائے خانہ تھا۔ وہیں چائے کے لیے بیٹھ گئے۔ وہیں ایک اور صاحب آ گئے۔ میانہ قد، اکہرا بدن، ستویں ناک، گندمی رنگ، عربی لباس پہنے ہوئے۔ نہایت تپاک سے ملے۔ معلوم ہوا کہ یہ مولانا صلاح الدین مقبول احمد ہیں۔ سب نے اکٹھے چائے پی اور باتیں کیں۔ اب میری سفر کی تمام کوفت دور ہو چکی تھی اور میں ہشاش بشاش تھا۔

ایئرپورٹ سے میں مولانا عارف جاوید محمدی کے ساتھ ان کی گاڑی سے مرکز دعوۃ الجالیات آیا۔ دیگر حضرات اپنی اپنی گاڑیوں سے تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچے تو مجھے ۴۔۳۰۔۲۰ سائز کا ایک اردو (روزنامہ) اخبار دیا گیا، جس کا نام ''کویت ٹائمز'' ہے۔ اس کا ایک حصہ ہندی زبان میں ہے۔ اس اخبار میں ایک صاحب نے مجھ پر طویل مضمون لکھا ہے جو یکم اور ۲ جولائی کے دو شماروں میں چھپا ہے۔ فاضل مضمون نگار نوجوان ہیں اور ان کا تعلق ہندوستان کے علاقہ حیدر آباد (دکن) سے ہے، جسے اب آندھرا پردیش کہا جاتا ہے۔ ان کے قصبے کا نام ''کڑپہ'' ہے۔ انھوں نے بڑی محبت سے مضمون لکھا ہے۔ میرے متعلق واقعات انھوں نے میری کتابوں سے اخذ کیے ہیں اور خوب صورتی کے ساتھ ترتیب دیے ہیں۔ بیانِ واقعات میں تسلسل قائم رہا ہے۔ مضمون نگار کا اسم گرامی ہے محمد انور سلفی!

مرکز میں میرا قیام مولانا عبدالخالق مدنی کے کمرے میں ہے۔ اس سے متصل ملک جاوید اختر اور عبدالغفور صاحب کا کمرہ ہے (ان کا ذکر آگے آئے گا۔)

آج ۲۔ جولائی ہے اور میرے کویت آمد کا دوسرا دن ہے۔

مرکز دعوۃ الجالیات (جمعیت اہل حدیث) کے بالکل قریب خاصی بڑی مسجد ہے جس میں پانچوں وقت کی نمازوں میں نمازی کثیر تعداد میں آتے ہیں۔ ادھر اذان کی آواز کانوں میں پڑی، ادھر چھوٹے بڑے سب لوگ مسجد کی طرف چل پڑے۔ اس علاقے میں

ہندوستانی اور پاکستانی کافی تعداد میں ہیں۔

آج صبح ملاقات کے لیے ایک صاحب آئے۔ پورا قد، گندمی سا رنگ، گداز جسم، کچھ بھرا ہوا سا چہرہ، عربی لباس۔ سنجیدہ طبع۔ یہ ہیں مولانا محمد انور سلفی! یہ وہی محمد انور سلفی ہیں، جنھوں نے ''کویت ٹائمز'' میں میرے متعلق مضمون لکھا ہے۔ انھوں نے میرے بارے میں جس انداز میں مضمون لکھا، اس پر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے انکسار کے لہجے میں جواب دیا: ''میں تو کچھ بھی نہیں لکھ سکا، نہ لکھ سکتا ہوں۔ آپ بہت خدمت کررہے ہیں۔'' یہ الفاظ ان کے انکسار پر دلالت کناں تھے۔

مولانا عارف جاوید محمدی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ دوپہر کا کھانا ان کے ہاں تھا۔ ان کا مکان مرکز سے کچھ فاصلے پر ہے۔ عارف جاوید صاحب کو یہاں کے عربوں میں بھی اور غیر عربوں میں بھی بہت تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم ہے کہ ان کا مولد ضلع گوجراں والا کا ایک قصبہ (قلعہ دیدار سنگھ) ہے، لیکن کویت، سعودی عرب اور ہندوستان کے اصحابِ علم ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ خود عارف صاحب نے بھی اہل علم کی تکریم کو اپنے آپ پر فرض قرار دے رکھا ہے۔

رات کو از راہِ کرم مولانا صلاح الدین مقبول احمد آ گئے۔ خوش اخلاق اور خوش گفتار عالم دین۔ بہت سی عربی کتابوں کے مصنف۔ وطنی تعلق ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع بلرام پور کے ایک گاؤں ''اونرہوا'' سے ہے۔ اس فقیر پر انھوں نے عربی میں مضمون لکھا ہے جو مطبوعہ صورت میں مجھے دکھایا۔ مضمون کا ہر لفظ اس خاک نشین سے ان کے قلبی لگاؤ کا آئینہ دار ہے۔ مجلس میں مولانا ممدوح ماشاء اللہ خوب چہکتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان اور پاکستان کے پندرہ سولہ حضرات تشریف فرما تھے۔ ان کے سامنے از راہِ کرم انھوں نے مجھے عربی پوشاک بہ طور تحفہ عنایت فرمائی جو دشداشہ (عربی چغہ) غترہ (سفید رومال) بنیان اور پاجامے پر مشتمل ہے۔ میں نے دوستوں کی اس مجلس میں ان کے کہنے پر یہ پوشاک انھیں پہن کر دکھائی۔ رات کی یہ مجلس دیر تک جاری رہی۔ یہ ایک یادگار مجلس تھی، جس میں برصغیر کے اصحابِ علم کا تذکرہ بھی ہوا، بعض حضرات نے اپنے چند ذاتی واقعات بھی بیان کیے، لطائف وظرائف کا سلسلہ بھی چلا۔

لاہور کے علاقہ شاد باغ کے رہنے والے میرے عزیز دوست صبوح اصغر کو میری کویت آمد کا علم تھا۔ وہ بھی مرکز میں آ کر مجھے ملے۔ وہ جب بھی لاہور آتے ہیں، مجھے ضرور ملتے ہیں۔ بے حد اپنائیت کا اظہار کرتے ہیں۔ کویت میں ان کی رہائش مرکز دعوۃ الجالیات سے دور ہے، اپنی گاڑی سے آتے ہیں۔ میرے کئی سال سے ان کے ساتھ مراسم قائم ہیں۔

اب ۳۔ جولائی ۲۰۰۸ء کی سرگزشت۔

آج کے روزنامہ ''کویت ٹائمز'' میں اعلان شائع ہوا کہ نماز عشا کے بعد قرطبہ ہال میں اہل حدیث سے متعلق میری خدمات کے سلسلے میں مجھے شیلڈ دی جائے گی۔ میں مولانا عارف جاوید محمدی کے ساتھ وہاں پہنچا۔ بہت بڑا ہال اور بہت بڑی عمارت ہے، جس میں لاتعداد اردو بولنے والے (ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی) موجود تھے۔ خواتین کے لیے پردے کا انتظام تھا۔ وہ بھی کثیر تعداد میں اس اجتماع میں شریک تھیں۔

تلاوتِ قرآنِ مجید سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ سٹیج سیکرٹری مولانا عبدالخالق مدنی تھے۔ ابتدائی خطاب میں انھوں نے مرکز دعوۃ الجالیات (جمعیت اہل حدیث) کی دعوتی اور تصنیفی وتبلیغی کوششوں اور سرگرمیوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ تقریباً پون گھنٹہ ان کا خطاب جاری رہا۔

اس کے بعد مولانا صلاح الدین مقبول احمد نے عربی زبان میں حاضرین سے راقم کا تعارف کرایا، جس کا اردو ترجمہ مولانا محمد انور سلفی نے کیا۔ اب سٹیج سیکرٹری مولانا عبدالخالق مدنی نے میرا نام لے کر اعلان کیا کہ جماعتی اعتبار سے ہمارے لیے یہ مسرت انگیز تاریخی لمحات ہیں کہ ابھی ان کی تاریخ اہل حدیث کے متعلق گراں قدر خدمات پر ''مؤرخ اہل حدیث'' کی شیلڈ پیش کی جائے گی۔ چناں چہ انھوں نے جمعیت احیاء التراث الاسلامی کے سربراہ جناب شیخ طارق العیسیٰ حفظہ اللہ

کو دعوت دی جنھوں نے مرکز دعوۃ الجالیات کی طرف سے مجھ خاک نشین کو ''مؤرخ اہل حدیث'' کی پروقار شیلڈ پیش کی۔ اس کے بعد میں نے چند الفاظ میں مرکز دعوۃ الجالیات کے معزز ارکان، شیخ طارق العیسیٰ اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

اس موقعے پر مجھے بے شمار حضرات نے مبارک باد دی اور مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ بہت سے دوستوں نے اپنا تعارف بھی کرایا اور یہ بھی بتایا کہ ان کا تعلق پاکستان یا ہندوستان کے کس علاقے سے ہے اور وہ کب سے کویت میں مقیم ہیں۔

یہ تقریب رات کے دس بجے کے بعد مولانا عارف جاوید محمدی کی طویل دعاے خیر کے ساتھ ختم ہوئی۔ پھر تمام حاضرین کو جو آٹھ نو سو کی تعداد میں تھے، کھانا کھلایا گیا۔

میں اپنے بارے میں ''مؤرخ اہل حدیث'' ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا اور نہ میں کبھی اس قسم کی غلط فہمی یا خوش فہمی میں مبتلا ہوا ہوں۔ اپنی حد میں رہتا ہوں۔ البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے علم ومطالعہ کے مطابق میں جماعت اہل حدیث اور مسلک اہل حدیث کی خدمت میں مشغول ہوں اور اس میں بے حد مسرت محسوس کرتا ہوں۔ میں نے اب تک اپنی کتابوں میں بے شمار مرحومین وموجودین علماے اہل حدیث کا تذکرہ کیا ہے، کسی بزرگ کا تفصیل کے ساتھ، کسی کا اختصار کے ساتھ۔ آئندہ بھی اگر زندہ رہا اور قلم وقرطاس سے وابستگی رہی تو ان شاء اللہ یہ خدمت سرانجام دیتا رہوں گا۔ کسی کو میری تحریروں کے کسی حصے سے اختلاف ہوگا، کسی کو اتفاق، میں سب کا شکر گزار ہوں۔ میں کسی سے اس سلسلے میں بحث مباحثہ نہیں کرتا۔ مجھے اپنے کام سے تعلق ہے جو اپنی معلومات کی روشنی میں کررہا ہوں۔ کوئی شخص یا گروہ اس سلسلے میں میری حوصلہ افزائی کرتا اور میری خدمات کو صحیح قرار دیتا ہے تو انسانی فطرت کی بنا پر مجھے اس سے خوشی ہوتی ہے اور دل میں کام کو آگے بڑھانے کا جذبہ ابھرتا ہے۔

کویت شرق اوسط کا ایک عرب ملک ہے جو میرے ملک پاکستان سے ہزاروں میل دور ہے۔ وہاں کے رہنے والے دوستوں نے مجھے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی اور بہت بڑے اجتماع میں میرا تعارف کرایا اور میری حقیر سی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کی، یقیناً اس سے میرے دل کو تقویت پہنچی اور مجھے پتا چلا کہ میں جو تحریری کام کررہا ہوں، اسے پڑھے لکھے طبقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ بات میرے لیے ہمیشہ مسرت کا باعث رہے گی۔ میرا فرض ہے کہ اس پر میں ان حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کروں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ان چھوٹے بڑے سب دوستوں کو خوش رکھے۔ میرے پاس دعاے خیر اور شکریے کے سوا ان کے لیے اور کچھ نہیں ہے۔

وہیں ایک نوجوان بڑی محبت سے ملے۔ میانہ قد، گول چہرہ، گورا رنگ، سفید شلوار قمیص میں ملبوس۔ عارف جاوید محمدی صاحب (یا مولانا عبدالخالق مدنی) نے فرمایا، انھیں پہنچانا؟ یہ آپ کے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ میں نے ان کی طرف غور سے دیکھا۔ انھوں نے بتایا کہ میرا نام امتیاز احمد ہے اور میرے والد آپ کے گاؤں کے سرکاری سکول میں پڑھاتے رہے ہیں۔ میں نے فوراً کہا: آپ ماسٹر محمد رفیق کے صاحب زادے ہیں جو آج کل جڑاں والا میں سکونت پذیر ہیں؟

انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ مجھے ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ (ان کا ذکر آگے بھی آئے گا۔)

آج ۴۔ جولائی ہے اور جمعۃ المبارک کا دن ہے۔

مولانا عبدالخالق مدنی ایک مسجد میں جمعہ پڑھاتے ہیں جو مرکز دعوۃ الجالیات سے کافی دور ہے۔ ہم عبدالغفور صاحب کی گاڑی سے وہاں پہنچے۔ وسیع وعریض مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ خواتین بھی کافی تعداد میں مردوں کے ساتھ جمعہ پڑھنے آئی تھیں۔ تقریباً ایک گھنٹا مولانا عبدالخالق مدنی کا خطبہ جمعہ جاری رہا۔ بعض لوگوں نے چٹیں لکھ کر ان سے مسائل بھی پوچھے۔ نماز جمعہ میں آنے والے تقریباً سب لوگ اردو بولنے والے تھے۔ فاضل خطیب نے اردو زبان میں خطبہ دیا۔ وہاں بہت سے پاکستانیوں (بالخصوص پنجابیوں) سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے خود ہی بتایا کہ وہ پنجاب کے کس علاقے سے تعلق

رکھتے ہیں۔

نمازِ جمعہ کے بعد مرکز میں ارکانِ جالیات کی مجلس شوریٰ کی میٹنگ ہوئی، جس میں مجھے بھی شامل کیا گیا۔ مجلس شوریٰ ہندوستانی اور پاکستانی ارکان پر مشتمل ہے۔ میں نے ارکانِ شوریٰ کے کہنے پر برصغیر کے علماے اہل حدیث کی ان خدمات کا تذکرہ کیا جو انھوں نے برصغیر کی انگریزوں سے آزادی اور مرزائیت کی تکفیر اور انھیں اقلیت قرار دینے کے بارے میں سرانجام دیں۔ ایک گھنٹے سے زیادہ میں نے ان دو موضوعات پر گفتگو کی اور مناسب تفصیل سے ہر مسئلے کی وضاحت کی۔ اس لیے کہ یہاں اس سلسلے کی بات کرنے کا یہ میرے لیے پہلا اور آخری موقع تھا اور دوست بات سننا چاہتے تھے۔ میں نے اس موقعے کو غنیمت جانا اور سوچا کہ

امیر احباب جمع ہیں دل کی بات کہہ لے
پھر التفاتِ دل دوستاں رہے نہ رہے

میری گفتگو کے بعد وہیں سب معزز ارکان نے کھانا کھایا۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا اس سے ایک دن قبل ۳۔ جولائی کی شب کو قرطبہ ہال میں مجھے ''مؤرخ اہل حدیث'' کی شیلڈ دی گئی تھی۔ آج ۴۔ جولائی کو ارکانِ جالیات کی طرف سے اس کے مرکز میں بھی مجھے ''مؤرخ اہل حدیث'' کا ایوارڈ دیا گیا اور اس جماعت کے سلسلے میں میں نے جو خدمات سرانجام دی ہیں، پاکستان کے مولانا عارف جاوید محمدی اور ہندوستان کے مولانا صلاح الدین مقبول احمد نے ان کا تذکرہ کیا۔

اسی دن شام کے بعد ملک جاوید اختر جو مرکز ہی میں سکونت پذیر ہیں، اپنی گاڑی پر مجھے شہر کی سیر کے لیے لے گئے۔ گٹھا ہوا میانہ قدم، گول چہرہ، گندمی رنگ، ہنس مکھ اور با مذاق، جسے رونقی آدمی کہا جاتا ہے۔ سید بدیع الدین شاہ راشدی مرحوم ان سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ وہ مجھے سمندر کے کنارے لے گئے۔ وہاں ایک بہت اونچا مینار ہے۔ اس کے اوپر چڑھے تو ایسا دکھائی دیا جیسے چاروں طرف روشنی کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ ہر ملک، ہر تہذیب اور ہر ثقافت کے لوگ وہاں موجود تھے۔ کافی دیر ہم وہاں رہے۔ اس کے بعد ملک جاوید اختر کی ورکشاپ پر آ گئے۔ وہاں چاے پی اور کچھ دیر بیٹھے۔

ملک جاوید اختر پختہ فکر اور مضبوط عقیدے کے اہل حدیث ہیں۔ وہ اٹھارہ برس کی عمر میں کویت آئے تھے۔ یہاں ان کی ورکشاپ ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ موٹروں کے سپیئر پارٹ وغیرہ قسم کا کام کرتے ہیں۔

وہ درحقیقت ایبٹ آباد کے رہنے والے ہیں۔ وہاں انھوں نے اپنی ذاتی جگہ پر مسجد اہل حدیث بنائی تھی، لیکن مخالفوں نے ان کے خلاف ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ یہ اور ان کے والد ایک طرف تھے اور مخالفین کا پورا گروہ ایک طرف۔ اس سلسلے میں انھیں بارہا تھانے کچہری بھی جانا پڑا۔ ہر مقام پر انھوں نے ہمت اور جرأت کا ثبوت دیا اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ انھوں نے طویل جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ اس کے بعد انھوں نے ایبٹ آباد میں ایک اور مسجد بنائی۔ اس پر بھی انھیں مبتلاے اذیت کیا گیا۔ لیکن یہاں بھی ان کا مقابلہ کرنے والوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے ملک جاوید اختر سے پوچھا آپ نے عربی بولنا کیسے سیکھا؟ انھوں نے بتایا کہ پہلے میں نے ایک سے دس تک ہندسوں کی عربی یاد کی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ چل نکلا۔

۵۔ جولائی کو ہفتے کا دن ہے۔ یہاں جمعہ اور ہفتہ کو اردو اخبار شائع نہیں ہوتا۔

نو بجے کے قریب عارف جاوید صاحب تشریف لے آئے۔ ان کے ساتھ میں اور مولانا عبدالخالق مدنی کویت کے ایک معروف مقام ''الجہرا'' کی طرف روانہ ہوئے، جہاں کویت کے اہل حدیث نوجوانوں نے ایک علمی مجلس کے انعقاد کا اہتمام کیا تھا۔ اس مجلس میں کویت کے معروف اہل حدیث فضلاے کرام یعنی فیصل بن یوسف العلی، محمد بن ناصر العجمی، ڈاکٹر ولید بن عبداللہ المنیس، یاسر بن ابراہیم المزروعی، عیسیٰ بن سلیمان العیسیٰ، راشد بن شافی الہاجری، محمد بن سلیمان الجیلانی اور راقم کے ہم سفر مولانا عبدالخالق مدنی اور مولانا

عارف جاوید محمدی شامل تھے۔اس مجلس علمی میں راقم الحروف پر بخاری شریف کے ابتدا سے کتاب العلم کے آخر تک، ثلاثیات بخاری، کتب ستہ کے اطراف، الاربعین نبوی اور شرح نخبۃ الفکر کی قرأت کی گئی۔ اس کے بعد راقم نے تمام حاضرین مجلس کو "اجزتکم کما اجازنی مشائخی الکرام العلامة فضیلة الشیخ المحدث الحافظ محمد الغوندلوی، والمحدث الفاضل محمد اسماعیل السلفی والمحدث الفاضل الشیخ محمد عطاء الله حنیف الفوجیانی صاحب التعلقیات السلفیه" کے الفاظ کے ساتھ سند اجازۃ الروایت دی۔

اس مجلس سے فراغت کے بعد ہم اپنے فاضل دوست مولانا صلاح الدین مقبول احمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوپہر کا کھانا وہیں کھایا۔ مولانا ممدوح نہایت دلچسپ آدمی ہیں اور بہت عمدہ باتیں کرتے ہیں۔

۶۔جولائی بروز اتوار

آج جناب عارف جاوید محمدی اور مولانا عبدالخالق مدنی کے ساتھ لجنۃ القارۃ الہندیہ (جمعیت احیاء التراث الاسلامی کویت) کے رئیس محترم المقام شیخ ابوخالد فلاح خالد المطیری کے دفتر جانے کا اتفاق ہوا۔ شیخ ممدوح کی تاریخ ولادت ۱۴۔اکتوبر ۱۹۶۳ء ہے۔ مشہور اساتذہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ۳۔ جولائی کو قرطبہ ہال میں بھی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ چار سال قبل وہ عارف جاوید محمدی صاحب کے ساتھ پاکستان تشریف لائے تھے۔ کشیدہ قامت، سرخی مائل گورا رنگ، چمک دار آنکھیں، تیکھے نقوش، عرب ثقافت کا حسین نمونہ۔ سفید لباس زیب تن۔ ماشاء اللہ بہت اچھی صحت اور تبلیغ دین کے لیے پر جوش اور ہر آن آمادہ۔

دورانِ گفتگو میں انھوں نے مجھ سے چند باتیں پوچھیں۔

پہلی بات یہ پوچھی کہ میری عمر کیا ہے اور صحت کیسی ہے؟

دوسری بات میرے تصنیفی کام کے بارے میں تھی۔ میں نے اس کا اپنی دانست میں مناسب الفاظ میں جواب دیا۔

تیسرا سوال ان کا یہ تھا کہ آپ اکیلے کام کرتے ہیں یا آپ کا اس میں کوئی معاون بھی ہے؟

میں نے عرض کیا میرے تصنیفی کام میں میرا کوئی معاون نہیں ہے۔ تنہا کام کرتا ہوں۔ خود ہی کتابوں سے حوالے تلاش کرتا ہوں، خود ہی بازار سے اپنے موضوع اور ضرورت کی کتابیں لاتا ہوں، خود ہی پروف ریڈنگ کرتا ہوں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سب کام ہو رہا ہے اور اب تک ٹھیک طریقے سے ہو رہا ہے۔

شیخ خالد المطیری کی گفتگو سے پتا چلا کہ وہ حضرت نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ سے بہت متاثر ہیں بلکہ ان کے عقیدت مند ہیں۔ نواب صاحب کی تصانیف کے متعلق انھوں نے سوال کیا تو میں نے قدرے تفصیل سے بتایا کہ وہ برصغیر کے کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ انھوں نے ہر علمی موضوع پر لکھا اور تحقیق سے لکھا اور عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں لکھا جو اس وقت برصغیر میں رائج تھیں۔ صرف قرآنِ مجید سے متعلق ان کی مساعی جمیلہ دس ہزار صفحات پر محیط ہیں۔ اس کی تفصیل میں نے اپنی کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' میں بیان کی ہے۔

علاوہ ازیں ''دبستانِ حدیث'' میں ان کی خدمت حدیث کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ان کی زندگی کے مختلف گوشوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان کی کل تصانیف کی تعداد دو سو بیس تک پہنچتی ہے اور یہ تمام کتابیں اہم موضوعات پر مشتمل ہیں۔

شیخ خالد المطیری اہل علم کے قدر دان ہیں اور ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

مجھے کویت آئے ہوئے آج چھٹا دن ہے۔ سفر میں کبھی ٹھنڈا کبھی گرم کھانے پینے کی وجہ سے کھانسی کی شکایت ہوگئی تھی اور گلے میں خارش ہونے لگی تھی۔ بعض اوقات اونچی بولنا مشکل ہو جاتا تھا۔ عارف جاوید صاحب نے جوشاندہ پینے کا مشورہ دیا چناں چہ مولانا عبدالخالق مدنی نے دو تین مرتبہ ہم درد دواخانے کا جوشاندہ پلایا۔ اس سے کچھ افاقہ ہوا اور گلا کسی قدر صاف ہوگیا۔ لیکن آج جناب جسیم احمد صاحب

نے کھانسی کے شربت کی ایک شیشی لا کر دی۔ اسے تین چار مرتبہ پیا تو اس سے بہت حد تک تکلیف رفع ہوگئی۔

جسیم صاحب کا وطنی تعلق ہندوستان کے صوبہ بہار کے دارالحکومت پٹنہ سے ہے۔ یہاں مرکز دعوۃ الجالیات میں کام کرتے ہیں۔ درمیانہ قد، گداز جسم، گندمی رنگ۔ عام طور سے عربوں کا سا لباس پہنتے ہیں۔ دھیمے مزاج کے آدمی ہیں۔ مجھے کئی دفعہ دوپہر کے کھانے پر بلایا اور لسی پلائی۔ چار پانچ بجے اکثر میرے لیے چائے لے کر آتے ہیں۔

۱۹۹۸ء میں برصغیر کی آزادی پر پچاس سال کا عرصہ گزر گیا تھا۔ اس مناسبت سے ایک سو بیس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ پٹنہ سے شائع ہوا، جس میں صادق پور کے ان مجاہدین آزادی کے حالات میں مضامین لکھے گئے ہیں، جنھیں بغاوت کے مختلف سنگین مقدمات قائم کر کے برطانوی حکومت نے جزائر انڈمان (کالا پانی) بھیج دیا تھا۔ پھر ان میں سے بعض وہیں وفات پا گئے تھے اور بعض بیس سال کے بعد واپس ہندوستان آئے۔ ان مجاہدین میں مولانا یحییٰ علی، مولانا عبدالرحیم اور بعض دیگر حضرات شامل تھے۔ مولانا ولایت علی صادق پوری کا تعلق بھی انہی نفوس قدسیہ میں ہوتا ہے، لیکن وہ سرحد پار کی جماعت مجاہدین میں رہے جو سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کی قائم کردہ تھی۔

اس رسالے کے سو صفحات اردو میں اور چودہ پندرہ صفحات ہندی زبان میں ہیں۔ یہ ضخیم رسالہ ''ہندوستان کی وہابی تحریک'' کے مصنف مرحوم ڈاکٹر قیام الدین احمد (سابق پروفیسر شعبہ تاریخ پٹنہ یونیورسٹی) کی ادارت میں شائع ہوا تھا۔ اس کی ایک کاپی جناب جسیم احمد صاحب کے پاس تھی جو انھوں نے ازراہِ کرم مجھے عنایت فرمائی۔

۶۔ جولائی کو رات کے کھانے کے لیے مولانا عبدالخالق مدنی کے ایک دوست جناب عبدالجبار صاحب مجھے اور مولانا عبدالخالق مدنی کو اپنے گھر لے گئے۔ وہ سرگودھا کے رہنے والے ہیں اور کافی مدت سے کویت میں مقیم ہیں۔ انھوں نے مجھ سے بے حد تکریم کا برتاؤ کیا۔ شب کے دس بجے کے بعد وہ اپنی گاڑی سے ہمیں مرکز دعوۃ الجالیات چھوڑ گئے۔

۷۔ جولائی کو یہ فقیر، مولانا عارف جاوید محمدی اور مولانا عبدالخالق مدنی کے ساتھ جناب شیخ ابوالحارث فیصل بن یوسف العلی کے دفتر گئے۔ پورا قد، گورا رنگ، کتابی چہرہ، تیکھی ناک۔ بات چیت میں انکسار۔ سفید عربی لباس میں ملبوس۔ مردانہ وجاہت کا خوب صورت پیکر۔ معتدل داڑھی میں سفید بالوں کی خوش نما جھلک۔ شیخ ممدوح نہایت احترام سے پیش آئے۔ عربوں کی روایت کے مطابق ایک نوجوان نے چھوٹے چھوٹے فنجانوں میں قہوہ پیش کیا اور کھانے کو کھجوریں دیں۔ ہم نے ایک ایک کھجور کھائی۔ شیخ نے مجھے اردو میں پوچھا: ''طبیعت تیک ہے.....؟''

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ''الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں۔''

محترم شیخ ابوالحارث کا شمار کویت کے ممتاز اہل علم میں ہوتا ہے۔ انھوں نے انتہائی مسرت کے ساتھ چند کتابیں عنایت فرمائیں۔

فنجان کو قہوہ سے بھرا نہیں جاتا۔ بڑی مشکل سے ایک گھونٹ قہوہ ہوتا ہوگا۔ عرب ثقافت کے مطابق قہوہ پیش کرنے والے میزبان سے مہمان کو خود ہی فنجان پکڑنا چاہیے۔ اسے سامنے میز پر نہیں رکھا جاتا۔ پھر قہوہ پینے کے بعد اگر مہمان کو اس کی مزید ضرورت نہ ہو تو فنجان یا تو میز پر الٹا کر کے رکھ دینا چاہیے یا اس میں کوئی تنکا وغیرہ ڈال دینا چاہیے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اب آپ اور قہوہ نہیں لینا چاہتے۔ لیکن اگر فنجان میز پر رکھ دیں گے تو اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ آپ اور قہوہ مانگ رہے ہیں۔

شیخ ابوالحارث فیصل بن یوسف العلی کے دفتر سے مولانا محمد بشیر الطیب کے ہاں پہنچے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ ہماری آمد پر نہایت خوش ہوئے۔ مولانا موصوف کا تذکرہ تو آگے آئے گا، یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ان کا اصل تعلق ضلع گوجراں والا کے قصبہ ایمن آباد کے قریب ایک گاؤں سے ہے، لیکن وہ کئی سال سے کویت میں مقیم اور خدمت دین میں مصروف ہیں۔

ان کے نوجوان صاحب زادے عزیز القدر حافظ ابوبکر عتیق بھی وہیں تھے۔ وہ بھی کافی عرصے سے کویت میں اقامت گزیں ہیں۔ یہ مجھے اور مولانا عبدالخالق مدنی کو اپنی گاڑی سے ہماری قیام گاہ مرکز دعوۃ الجالیات چھوڑنے آئے۔ حافظ ابوبکر صاحب کا ذکر آگے آئے گا۔ نہایت خدمت گزار اور سعادت مند نوجوان ہیں۔ اللہ نے درس وخطابت کا خوب ملکہ عطا فرمایا ہے۔ دعوتِ دین کے جذبہ صادق کی دولت سے مالا مال ہیں۔ وہ میرے کویت جانے سے چند مہینے پہلے لاہور آ کر مجھے ملے بھی تھے۔

عارف جاوید صاحب نے مجھے بتایا کہ یہاں ایک صاحب رہتے ہیں جن کا نام امان اللہ ہے۔ انھیں جب سے یہ پتا چلا ہے کہ آپ کویت آ رہے ہیں، محبت اور عقیدت کے الفاظ میں دو تین دفعہ مجھ سے آپ کے متعلق پوچھ چکے ہیں۔ چناں چہ ان سے ملاقات ہوئی۔

امان اللہ صاحب کا تعلق تبت کے علاقے سے ہے۔ میں جس زمانے میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی خدمت ادارت پر مامور تھا، اس زمانے میں وہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ الاعتصام کا دفتر اسی بلڈنگ میں تھا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے خادم محمد عمر تبتی وطنی تعلق کی بنا پر امان اللہ کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے۔

امان اللہ بے حد شریف اور محنتی طالب علم تھے۔ میرا بہت احترام کرتے تھے۔ بعض اوقات میں انھیں کسی کام کے لیے کہیں بھیجتا تو فوراً چلے جاتے۔ مولانا غزنوی ان پر شفقت فرماتے تھے۔ کویت کے سفر میں یہ مجھ سے ملے اور اپنا نام بتایا تو باون ترپن سال پیشتر کا دور سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس وقت ان کی عمر سولہ سترہ سال کی ہوگی۔ اب دنیا بدل گئی ہے۔ پورا قد، درمیانہ جسم، گول چہرہ، نکھرا ہوا گندمی رنگ۔ سفید داڑھی۔ وہی انکسار اور تواضع جو آج سے باون ترپن سال پہلے تھا۔

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

①.....آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے	④.....نصف صفحہ نیوز 750 روپے
②.....اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے	⑤.....چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
③.....فل صفحہ نیوز 1400 روپے	⑥.....عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

❀.....''الاعتصام'' میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ ❀.....اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔

❀.....مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ) 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ❀.....''الاعتصام'' سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ شیش محل روڈ، لاہور، فون: ۷۳۵۴۴۰۶۔۰۴۲

۷۔ جولائی کو امان اللہ میرے پاس آئے اور دو چیزیں مجھے عنایت کیں۔ ایک موٹے موٹے انگوروں کا کریک اور دوسرا جوس کا کریک۔ میں نے کہا امان اللہ! یہ تکلیف آپ نے کیوں کی.....؟

جواب میں چہرے پر وہی منکسرانہ خاموشی جو طالب علمی کے زمانے میں ان کی طبیعت کا لازمی جز تھی۔

مجھے افسوس ہے امان اللہ کے ساتھ زیادہ گفتگو نہ کرسکا۔ یہ بھی معلوم نہ کرسکا کہ وہ کب سے کویت میں مقیم ہیں اور یہاں کیا کام کرتے ہیں اوران کے اہل وعیال کا کیا حال ہے۔ان کی روایتی کم گوئی نے بھی ان کی زبان کو بات چیت سے روکے رکھا اور میں بھی سلسلہ کلام کو آگے نہ بڑھا سکا۔

۸۔ جولائی ۲۰۰۸ء

آج شام کو عارف جاوید محمدی صاحب نے میری ملاقات جناب عبدالعزیز خاں صاحب سے کرائی۔ ملاقات کا وقت پہلے سے طے تھا۔ وہ مجھے ان کے دفتر لے گئے۔ میانہ قد، گداز جسم، بھرا ہوا گول چہرہ، سرخی مائل گورا رنگ۔ پینٹ شرٹ میں ملبوس۔ ملنسار اور خوش کلام۔ عارف جاوید صاحب کے معتقد خاص۔ ان کا اصل تعلق تو پاکستان کے علاقہ سوات سے ہے، لیکن کویت میں کاروبار کرتے ہیں اور یہاں کے جماعتی اور کاروباری حلقوں میں بہت اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ میں نے ان کو اپنی ایک کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدامِ قرآن'' پیش کی جو ہندوستان کی طبع شدہ ہے۔

رات کا کھانا ایک اور صاحب کے ہاں طے پاچکا تھا۔ چناں چہ نمازِ مغرب کے بعد ہم ان کے گھر گئے۔ ان کا اسم گرامی عزیز احمد ہے۔ پاکستان میں ان کا آبائی وطن گوندلاں والا (ضلع گوجراں والا) ہے جو حضرت الاستاذ محدثِ پاکستان مولانا حافظ محمد گوندلوی کا مولد ہے۔ عزیز احمد صاحب کئی سال سے کویت میں مقیم ہیں۔ میاں عبداللہ ٹھیکیدار کے پوتے اور عبدالواحد کے بیٹے ہیں۔ میاں عبداللہ ٹھیکیدار گوندلاں والا کے رہنے والے تھے اور حضرت حافظ صاحب کے والد مکرم مولوی فضل الدین کے شاگرد اور ارادت مند تھے۔ مولوی فضل الدین عین عالم جوانی میں وفات پاگئے تھے۔ حافظ صاحب اس وقت آٹھ نو برس کے ہوں گے۔ ان کے والد کی وفات کے بعد میاں عبداللہ نے انھیں تحصیل علم کے لیے امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں داخل کرادیا تھا۔ اس وقت اس مدرسے کی مسند درس پر حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا عبدالاوّل غزنوی جیسے جلیل القدر اساتذہ متمکن تھے، جن سے حضرت حافظ صاحب نے استفادہ کیا۔

عزیز احمد صاحب کی عمر پینتالیس چھیالیس سال کی ہوگی۔ میانے قد، گندمی رنگ اور معتدل جسم کے اس مردِ خلیق نے اپنے آبا واجداد کے واقعات بھی بیان کیے اور حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سے اپنے خاندانی تعلق کی تفصیل سے بھی ہمیں آگاہ کیا۔ عزیز احمد صاحب نے گفتگو کرتے ہوئے، حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور ان کے فرزند گرامی حافظ احمد شاکر کا ذکر بھی کیا۔ وہاں ان کے ایک عزیز عبدالستار صاحب بھی ہماری وجہ سے تشریف لے آئے تھے۔

کچھ عرصہ پیشتر عزیز احمد صاحب کی اہلیہ وفات پاگئی تھیں۔ ان کے سات بچے ہیں۔ ایک بچے کا نام پڑدادا کے نام پر عبداللہ رکھا گیا ہے۔

۹۔ جولائی

گیارہ بجے کے قریب مولانا عارف جاوید صاحب مجھے اپنے دفتر لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ڈاکٹر عبدالرحمٰن فریوائی تشریف لے آئے۔ وہ ریاض سے آئے تھے۔ ان کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں خاصی تفصیل سے ہوچکا ہے۔ آج ان سے اچانک ملاقات ہوئی تھی۔ اس دفتر میں ڈاکٹر صاحب کے ایک بھانجے بھی کام کرتے ہیں۔ انھوں نے مجھے سرخ رومال بہ طور تحفہ عنایت فرمایا جو عرب باشندے سر پر رکھتے ہیں۔

پانچ بجے ہم نے کویت کی ایک اور بڑی شخصیت سے ملاقات کی۔ ان کا اسم گرامی شیخ محمد بن ابراہیم شیبانی ہے۔ مشہور محقق اور معروف عالم۔ وہ ۱۹۴۷ء میں کویت میں پیدا ہوئے اور متعدد عالی مرتبت اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ بہت سے بڑے بڑے مناصب پر

فائز رہے۔مختلف مقامات میں ایک عرصے تک ان کا سلسلۂ تدریس جاری رہا۔ آج کل کویت کے مرکز مخطوطات والتراث والوثائق کے رئیس ہیں۔ ان کا یہ خاصا بڑا ''عجائب گھر'' ہے، جس میں مخطوطات ووثائق وغیرہ خاصی تعداد میں ہیں۔ ہم نے اس مرکز کے مختلف مقامات کو گھوم پھر کر دیکھا۔اس میں پرانی تلواریں اور کئی قسم کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔

اس مرکز کے رئیس (یا افسر اعلیٰ) شیخ محمد بن ابراہیم شیبانی قدیم وجدید علوم سے بہرہ ور ہیں اور متعدد مشرقی اور مغربی ملکوں کی سیاحت کر چکے ہیں۔ اپنے فن میں مہارت رکھتے ہیں۔ عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہے، لیکن بہ ظاہر صحت بہت اچھی ہے۔نکلتا ہوا قد، گداز جسم، کھلا سینہ، کشادہ پیشانی، سرخی مائل رنگ، ابھری ہوئی ناک اور چہرے پر متانت کا غلبہ۔ سیاہ اور سفید بالوں پر مشتمل داڑھی جسے اعتدال کے خوب صورت نمونے سے تعبیر کرنا چاہیے۔

ہم پون گھنٹا ان کے مرکز میں رہے۔انھوں نے چاے کے لیے کہا، لیکن ہمیں اس کی طلب نہیں تھی، اس لیے شکریے کے ساتھ معذرت کی۔ مرکز میں آنے جانے والوں سے ان کا رویہ بہت اچھا ہے۔مہمان کے مرتبے کے مطابق اسے عزت دیتے ہیں۔

مغرب کی نماز ہم نے ایک مسجد میں پڑھی، جس میں مرکز دعوۃ الجالیات کے کئی ارکان موجود تھے۔ نماز کے بعد مولانا محمد بشیر طیب کے صاحب زادے مولانا ابوسفیان نے وہاں درس قرآن دیا۔نصف گھنٹے سے زیادہ دیر ان کا درس جاری رہا۔ یہ نوجوان عمرہ کرکے یہاں آئے تھے۔ سلجھے ہوئے حلیم الطبع عالم ہیں۔خوب صورت الفاظ میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔(ان کا ذکر آگے بھی آئے گا)

درس کے بعد ارکانِ جالیات کو جناب عبداللہ شاد صاحب اپنے مکان پر لے گئے۔انھوں نے ان کے لیے کھانے کا انتظام کیا تھا۔

عبداللہ شاد صاحب کا اصل وطن ملتان ہے۔ بہت عرصے سے کویت میں اقامت گزیں ہیں اور کویت ائیرلائن میں کسی بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ دبلے پتلے، کشیدہ قامت، گندم گوں، نرم کلام، سنجیدہ طبع۔نہایت متوازن اور مرکز کی متحرک شخصیت۔ان کی دس گیارہ سال کی ایک بچی اعصابی تکلیف میں مبتلا ہے، خود وہ تو اس کے لیے پریشان ہی ہیں، مجھے بھی بچی کو دیکھ کر بہت احساس ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس بچی کو صحت عطا فرمائے۔ان سطور کے قارئین بھی بچی کے لیے دعاے صحت فرمائیں۔معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کس کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرما دے۔

میرے کویت سے لاہور آنے کے بعد شاد صاحب چھٹی پر ملتان آئے، ملتان سے مجھے بذریعہ ٹیلی فون اپنی آمد کی اطلاع دی۔ پھر لاہور بھی تشریف لائے اور اس فقیر کو ملے۔(ان کا ذکر آگے بھی آئے گا) [جاری ہے]

❀❀.....❀.....❀❀

اعلانِ لاتعلقی

تمام احباب جماعت اہل حدیث ودیگر متولیانِ مساجد کو مطلع کیا جاتا ہے کہ محمد احمد ولد مولانا عبدالرشید صاحب گجر مرحوم وعطاء اللہ ولد مولانا عبدالرشید گجر مرحوم کا ہمارے ادارے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ہم نے انھیں سفارت کے لیے بھیجا ہے۔ یہ دونوں بھائی خود ہی اپنی طرف سے مدرسہ کے نام پر کاپیاں چھپوا کر چندہ وصول کررہے ہیں۔لہٰذا احباب مطلع رہیں اور کوئی صاحب ان کو چندہ نہ دے بلکہ حوالہ پولیس کرکے ہمیں بھی اطلاع کردیں، شکریہ۔

ضرورتِ استاد

مدرسہ حفظ القرآن رجسٹرڈ جامع مسجد داود بورا روڈ میانچنوں میں ایک قابل، محنتی اور خوش الحان قاری صاحب کی ضرورت ہے جو بچوں کو محنت کرکے پڑھائیں۔ شادی شدہ کو ترجیح دی جائے گی۔ معقول مشاہرہ کے ساتھ رہائش بھی دی جائے گی۔

قاری محمد نعیم خاں بھوجیانی، مہتمم مدرسہ حفظ القرآن رجسٹرڈ
جامع مسجد داود بورا روڈ میانچنوں، فون: 0303-7826304
جناب محمد نعمان خان بھوجیانی، فون: 0300-7879013

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

دوامِ حدیث (۲ جلد)

تالیف: محدث العصر حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

تحقیق وتعلیق: حافظ شاہد محمود، فاضل مدینہ یونیورسٹی

ضخامت: ۱۱۰۰ صفحات

ناشر: ام القریٰ پبلی کیشنز، کمشنر روڈ فتو منڈ، گوجرانوالہ

فون: 0321-6417723 / 0333-8110896

تبصرہ نگار: ابوبکر ظفر

رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت کا اقرار وانکار آپ ﷺ کی بعثت سے ہی جاری ہے۔ جب آپ کی دعوت کو جہاد کی قوت مہیا ہوئی اور بالخصوص جب خلافت راشدہ قائم ہوئی تو اس انکار کی کیفیت بدل گئی۔ آپ ﷺ کی دیانت وامانت پر تو سب متفق تھے وہ ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ وغیرہ ہوں یا عبداللہ بن ابی جیسے منافق لیکن جھگڑا اس حیثیت کا تھا جو آپ ﷺ کو وحی الٰہی کی بنا پر مل چکی تھی۔ بہرحال مسیلمہ کذاب جیسے لوگوں نے اس حیثیت کو چرانے کی کوشش کی اور یہی سلسلہ مختلف شکلوں سے ہوتا ہوا آج بھی عیسائیوں یہودیوں کے پڑھے لکھے طبقے یعنی مستشرقین کی سرپرستی اور علمی راہنمائی میں جاری ہے۔

ملک ہندوستان میں جب عیسائی برسراقتدار آئے تو اس کے فوراً بعد ایک طبقہ کو یہ وہم ہوگیا کہ آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آئے گا اور وہ نبی مجھے ہی تسلیم کرلیا جائے اور کسی نے یہ علمی شوشہ چھوڑا کہ آپ ﷺ تو اپنے وقت کے لیے تھے آج آپ کی بجائے جو حاکم وقت (عیسائی) ہے اس کو آپ ﷺ کی حیثیت میں تسلیم کرلو۔ یہ اور اسی طرح کے بے شمار باطل نظریات پروان چڑھتے رہے حتی کہ ۱۹۵۳ء میں ادارہ طلوع اسلام نے دینی خدمت جانتے ہوئے اور برملا اظہار کرتے ہوئے ''مقامِ حدیث'' نام سے مختلف مقالات کا ایک مجموعہ شائع کردیا، ناظم ادارہ لکھتے ہیں:

''۱۹۳۸ء سے اس وقت (دسمبر ۱۹۵۳ء) تک یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حدیثوں کے متعلق معلومات کا اس قدر ذخیرہ فراہم ہوگیا کہ ہر طرف سے تقاضے موصول ہونے لگے کہ ان تمام مباحث کو یکجا کردیا جائے۔'' [مقامِ حدیث، پیش لفظ طبع اوّل]

اس کتاب کی جلد اوّل میں گیارہ اور جلد دوم میں بیس مقالات آئے ہیں جن میں سے حافظ اسلم جیراجپوری کے چار مقالات اور غلام احمد پرویز کے تین مقالات۔ اسی طرح تمنا عمادی کے دو مقالات ہیں، باقی مقالات کے ساتھ لکھنے والوں کے نام نہیں ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت حافظ صاحب نے دوامِ حدیث نامی کتاب لکھی اس بارے میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مقامِ حدیث'' کے شائع ہوتے ہی جماعت اہل حدیث کے فاضل محقق اور محترم بزرگ حضرت الاستاذ مولانا حافظ محمد صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ نفعہم بعلومہ نے تھوڑے ہی دنوں میں گویا برجستہ اس کا جواب مکمل کرلیا۔'' [ماہنامہ رحیق، ص:۱۸۶، دسمبر ۱۹۵۸ء]

چوں کہ مقامِ حدیث بہ ذات خود مختلف مقالات کا مجموعہ تھی اسی لیے اس کا جواب بھی ابتداءً مختلف اوقات میں ہفت روزہ الاعتصام میں شائع ہوتا رہا، پھر جب مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے مکتبہ سلفیہ کی جانب سے ماہنامہ رحیق خالص علمی اور تحقیقی رسالہ جاری کیا تو حافظ صاحب کے مذکورہ مضامین بھی اس میں شائع کرتے رہے۔ بہرحال بالآخر حضرت حافظ صاحب کے داماد علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے جب ایبک روڈ سے ماہنامہ ترجمان الحدیث شائع کیا تو اس میں اپنے

استاذ اور خسر کے ان مضامین کو مسلسل شائع کیا۔

دوامِ حدیث کی پہلی قسط ماہنامہ ترجمان الحدیث میں نومبر ۱۹۶۹ء کو اور آخری قسط جون ۱۹۷۴ء کو شائع ہوئی۔ اس طرح یہ جواب متعدد اقساط میں مکمل ہوا۔ زیرِ نظر کتاب دوامِ حدیث دو جلدوں پر مشتمل ہے جو دراصل حافظ صاحب کی دو مختلف کتابیں ہیں۔ حافظ صاحب نے ادارہ طلوع اسلام کی کتاب ''مقامِ حدیث'' کے جواب میں جو ''دوامِ حدیث'' نامی کتاب لکھی تھی اور جسے علامہ احسان رحمہ اللہ نے اپنے ماہنامہ ترجمان الحدیث میں شائع کیا تھا۔ جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے وہ کتاب مطبوعہ صورت میں جلد اوّل کے ساتھ ہی مکمل ہوجاتی ہے۔

اس کتاب میں حافظ صاحب نے ۱۹ مرکزی عنوان قائم کیے ہیں:

①..... ''مرکزِ ملت'' اور شریعت سازی، ②..... تواتر اور حجیت، ③..... ظن اور حجیت، ④..... قرآن وحدیث دونوں یقینی ہیں، ⑤..... قرآن کی طرح حدیث بھی محفوظ ہے، ⑥..... تفاوت قراءت کی صورتیں، ⑦..... قرآنِ مجید میں روایت بالمعنی، ⑧..... کتابت حدیث، ⑨..... اصولِ فقہ سے دین کس طرح محفوظ ہوگیا، ⑩..... صحت حدیث کی شرائط، ⑪..... صحت حدیث کے متعلق ایک اور نقطہ نظر، ⑫..... حجیت حدیث پر قرآنی دلائل، ⑬..... استحسان، ⑭..... حدیث کے ماننے سے قرآن پر عمل کرنے میں خلل واقع نہیں ہوتا، ⑮..... تفسیر بالروایت پر منکرین حدیث کے اعتراضات، ⑯..... متعہ کی حقیقت، ⑰..... نجات کی حقیقت، ⑱..... شفاعت کی حقیقت، ⑲..... حدیث کا واجب العمل اور غیر متبدل ہونا۔

دوامِ حدیث کی یہ اشاعت جو ہمارے ہاتھوں میں ہے طبع دوم یا سوم ہوئی البتہ کتابی صورت میں طبع اول ہی ہے۔ اس کے بعد جلد نمبر ۲ میں ایک مستقل کتاب ہے جس کا ذکر ذیل کی سطور میں ہے۔

ایک اسلام بجواب دو اسلام:

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی عقیدۂ انکار حدیث پر مبنی کتاب ''دو اسلام'' اسی زمانے میں شائع ہوئی اور اس کا جواب بھی حضرت حافظ صاحب نے ''دوامِ حدیث'' کے متصل ہی مکمل کرلیا تھا۔ لیکن دوامِ حدیث کی طرح یہ جواب بھی باقاعدہ کسی رسالہ یا کتابی صورت میں شائع نہ ہوسکا، اس کی افادیت کے پیشِ نظر دوامِ حدیث کی تکمیل کے بعد ماہنامہ ترجمان الحدیث میں ہی اگست ۱۹۷۴ء سے اس جواب کی پہلی قسط شائع ہوئی اور اس کی ابتداء میں یہ نوٹ دیا گیا:

''زیرِ نظر مضمون عقیدۂ انکار حدیث پر مبنی کتاب دو اسلام کا جواب ہے۔ اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برق ہیں۔ جواب اپنے سابقہ عقیدہ (انکار حدیث) سے تائب ہوچکے ہیں۔ لیکن چوں کہ اس کتاب کے مطالعے سے بعض ناپختہ ذہنوں کے بھٹک جانے کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لیے اس کا جواب ایک اسلام کی صورت میں دوامِ حدیث کے مستقل عنوان کے تحت ہدیہ قارئین ہے۔'' [ترجمان الحدیث، اگست ۱۹۷۴ء، ص:۵]

ماہنامہ ترجمان الحدیث میں دفاعِ حدیث کے عنوان سے چھپنے والی تمام تحریروں کو دوامِ حدیث کے عنوان کے تحت شائع کیا جاتا تھا۔ اس کی دلیل ''ایک اسلام'' کی آخری قسط کے بعد مولانا عزیز زبیدی کے مضامین ہیں کہ ان کا عنوان بھی دوامِ حدیث رہا ہے۔

۳۳/ اقساط پر مشتمل یہ سلسلہ مضامین ستمبر ۱۹۷۷ء میں آخری قسط کے ساتھ مکمل ہوا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں اٹھارہ ابواب قائم کیے ہیں: ①..... حدیث کی تحریف، ②..... تدوین حدیث، ③..... چند عجیب راوی صحابہ، ④..... ائمہ حدیث اور راویوں کے متعلق، ⑤..... حدیث ایک مکالمہ، ⑥..... تحریف احادیث کے اسباب، ⑦..... ''مؤطا پر ایک نظر''، ⑧..... صحیح بخاری پر ایک نظر، ⑨..... ''حضور کی تصویر حدیث میں''، ⑩..... ''حدیث میں نماز کی صورت''، ⑪..... بہترین عمل، ⑫..... ''اللہ کی عبادت''، ⑬..... لفظ ''مغفرت'' کی تحقیق، ⑭..... شفاعت، ⑮..... ''قرآن سے متصادم احادیث''، ⑯..... تقدیر، ⑰..... متضاد احادیث، ⑱..... چند دلچسپ احادیث۔

ان عنوانات کے تحت حافظ صاحب نے اپنے خالص علمی، فقہی

اوراجتہادی اسلوب میں خوب خوب داد تحقیق دی ہے۔

اس مجموعہ کے لیے حافظ عبدالحمید اظہر اور ڈاکٹر عبدالرشید اظہر حفظہما اللہ نے حجیت حدیث کے عنوان سے گراں قدر تقریظات لکھی ہیں۔ اگر یہ بزرگ حضرت حافظ صاحب کے اسلوبِ نگارش، ان کی فقہی اور اجتہادی خصوصیات کو اپنی ان تحریرات میں نمایاں کرتے تو یقیناً طلبائے علم کے لیے مفید ہوتا۔ بہرحال یہ دونوں کتابیں جو کہ ''دوامِ حدیث'' ہی کے نام سے حافظ شاہد محمود نے شائع کی ہیں انھوں نے صرف اسے شائع ہی نہیں کیا بلکہ حافظ صاحب کے ذکر کردہ حوالہ جات کو جدید اسلوب میں مکمل بھی کیا ہے اور جہاں انھوں نے ضرورت سمجھی کچھ حواشی بھی لکھے ہیں۔ یہ ان کے ذوق اور حافظ صاحب سے تعلق کا یقیناً اظہار ہے۔ اللہ کرے حافظ صاحب کی بقیہ علمی وراثت بھی ان کی محنت سے منظر عام پر آئے جس کے لیے حافظ شاہد صاحب محنت اور کوشش کررہے ہیں۔ اللھم زدفزد

دفاع سنت

تالیف: مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

تحقیق وتعلیق: حافظ شاہد محمود، فاضل مدینہ یونیورسٹی

ضخامت: ۱۷۴ صفحات

ناشر: ام القریٰ پبلی کیشنز، کمشنر روڈ فتومنڈ، گوجرانوالہ

فون: 0333-8110896 / 0321-6417723

تبصرہ نگار: ابوبکر ظفر

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کے معروف عالم دین، مناظر، مصنف اور صحافی گزرے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں، آپ نے صحافت کے میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اس زمانے میں علمائے غزنویہ کی نگرانی میں ہفت روزہ توحید امرتسر شائع ہوتا تھا اور روپڑ کے علماء کی طرف سے ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث شائع ہوتا تھا۔ لیکن ان میں ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جس کے بانی اور ایڈیٹر مولانا

جامعہ ام القریٰ الاسلامیہ (گوجرانوالہ) کی عظیم پیشکش — شائقین علم حدیث کے لیے بیش قیمت علمی خزینہ

حجیت حدیث پر منفرد انداز میں لکھی گئی ایک تحقیقی کتاب

دوامِ حدیث

تالیف: محدث العصر حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

تحقیق وتعلیق: حافظ شاہد محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی

تقدیم: ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر حفظہ اللہ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

2 مجلد • 1100 صفحات • عمدہ کاغذ • اعلیٰ طباعتی معیار

سیرت طیبہ اور احادیث نبویہ پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی جواب

دفاع سنت

تالیف: شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

تحقیق وتعلیق: حافظ شاہد محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی

تقریظ: الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

174 صفحات

اپنے شہر کے ہر معیاری کتب خانہ سے حاصل کریں یا براہِ راست ہم سے طلب فرمائیں

ناشر: ام القریٰ پبلی کیشنز کمشنر روڈ فتومنڈ گوجرانوالہ فون: 0333-8110896, 0321-6417723

ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تھے باطل نظریات کے ردّ میں دفاع دین ودفاع سنت میں بالکل ممتاز مقام رکھتا ہے۔ مولانا خود مناظرانہ مزاج رکھتے تھے اسی اعتبار سے ان کے اخبار اور ان کی کتابوں میں یہ پہلو خاص کر نمایاں رہتا ہے۔

زیر نظر ''دفاع سنت'' نامی کتاب دراصل مولانا رحمہ اللہ کے قسط وار مضامین کا مجموعہ ہے جو انھوں نے اپنے ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں ایک شیعہ رافضی کی کتاب ہفوات المسلمین فی تفضیح سید المرسلین کے جواب میں لکھے تھے۔ اس رافضی نے یہ کتاب اگست ۱۹۲۲ء میں لکھی اور اس نے اس میں نبی ﷺ، اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زبان درازی کی جسارت کی۔

مولانا مرحوم نے اس کا جواب ضربات المومنین کے عنوان سے یکم ستمبر ۱۹۲۲ء کے شمارہ سے شروع کیا اور اس کی آخری (میسر) قسط ۶/ اپریل ۱۹۲۸ء کو شائع ہوئی۔ بقول شاہد محمود صاحب باقی میسر نہ ہوئیں، بہرحال یہ اقساط ہفوات المسلمین کے پہلے دو ابواب کے ردّ پر مشتمل ہیں۔ اس قدر اس حصہ کی تلاش اور اشاعت کے اہتمام پر شاہد محمود صاحب لائق شکریہ ہیں۔ ان کا یہ عمل پوری جماعت کے لیے راہنما بھی ہے کہ مولانا مرحوم کا مرحوم ہفت روزہ اہل حدیث جس قدر بھی میسر ہے اس پر محنت کی جائے اور ایسی بے شمار کتب اور اہل علم کی قلمی کاوشیں منظر عام پر لائی جاسکتی ہیں۔

کتابی صورت میں شائع کرتے ہوئے ''ضربات المومنین'' کا نام ''دفاع سنت'' رکھ دیا گیا ہے کہ یہ نام کتاب کے مضمون کی عکاسی کرتا ہے۔ اس میں مولانا عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کی تقریظ اور عبدالرشید عراقی کے قلم سے مولانا رحمہ اللہ کے حالات لکھے گئے ہیں اور اس کے بعد دیباچہ کے عنوان سے کتاب شروع ہوجاتی ہے۔ اس میں بھی شاہد صاحب نے حوالہ جات کی تکمیل بڑی خوبی کے ساتھ کردی ہے اور بعض مقامات پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے جملہ اہل اسلام کو فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے اور اس کی اشاعت میں کوشش کرنے والوں کو اجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔

حدیث اور دفاع حدیث کے ہر طالب علم کے لیے یہ دونوں کتابیں نہایت مفید ہیں اور ہر اہم لائبریری میں یہ کتب موجود ہونا بہت ضروری ہیں۔

''صحن حرم''

مؤلف: یونس بصیر

صفحات: ۳۲۰

قیمت: درج نہیں

ناشر: صوفی سنز پبلشرز۔ ۱۶۔ اردو بازار لاہور

بہتر کاغذ، اچھی کمپوزنگ، مضبوط جلد، دیدہ زیب سرورق

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد نعیم جاوید

بہت عرصے کے بعد جناب یونس بصیر کی تحریر کردہ ''صحن حرم'' جیسی خوب صورت کتاب نظر سے گزری جو قاری کو اپنے سحر میں گرفتار کر کے ایک طرف تو عالمی تناظر میں مسلمانانِ عالم کے اس سب سے بڑے اجتماع کی غرض وغایت پر روشنی ڈالتے ہوئے بنی نوع انسان کے سامنے اتحاد بین المسلمین، امہ کی کامل یک جہتی اور شکوہ ملت ودین کے مظہر اجتماعی عبادت کے عظیم الشان اور روح پرور نظارے پیش کرتی ہے، تو دوسری طرف انفرادی سطح پر معرفت الٰہی، حب رسول ﷺ اور عرفان ذات کے متلاشیوں کو سیدھی راہ پر گامزن کرتے ہوئے انھیں منزل سے ہمکنار کردیتی یا قریب پہنچا دیتی ہے۔

جناب یونس بصیر نے سفر حج پر روانگی سے قبل، حج کے دوران اور حج کے بعد اپنے اوپر طاری ہونے والی قلبی واردات، بصری مشاہدات، جذباتی کیفیات اور روحانی انقلابات کو جس محبت اور مہارت سے قلم بند کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ دورانِ حج وہ جذب ومستی اور عشق بلاخیز کی جن وادیوں سے گزرتے ہیں اور اپنی شب زندہ داریوں، بے خوابیوں اور بے تابیوں کی بدولت جس روحانی کیف سے سرشار ہوتے ہیں اس میں اپنے قاری کو پوری طرح شریک کرتے ہوئے اپنی امنگوں، آرزوؤں اور جستجوؤں سے بھری جھولی کو بے دریغ لٹاتے ہیں۔ اس وقت وہ ایک صوفی کی طرح خالق کائنات کے حضور مناجات میں مصروف نظر آتے ہیں اور ان کے سینے سے بے اختیار یہ دعا نکلتی ہے:

یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر
میرے قافلے میں لٹا دے اسے
لٹا دے ٹھکانے لگا دے اسے

دورانِ حج قبولیت کی کسی مقدس ساعت، درِ توبہ کے وا ہونے کے کسی مبارک لمحے، خالق و مالک کے ساتھ تعلق جڑنے کی کسی نازک گھڑی، خشیت خدائے ذوالجلال کے سبب سرورِ کونین ﷺ کی نگہ التفات کے طفیل یا اپنی حضوری پر تشکر کے احساس سے دل کے نازک آبگینے کو ٹھیس سی لگتی ہے اور بتقاضائے بشریت کی گئی کوتاہیوں، لغزشوں، تقصیروں، نافرمانیوں اور گناہوں کی سیاہی آنکھوں سے بے اختیار جاری ہونے والے ندامت کے آنسوؤں کے ساتھ دھل جاتی ہے اور یہی حج کی غایت اولیٰ ہے۔ لیکن حج سے واپسی پر اپنے لوگوں کے درمیان پہنچتے ہی زیادہ تر حاجیوں کے سینے کے اندر تبدیلی قلب کا جو ناقابل یقین سانحہ رونما ہوتا ہے اس پر انھیں رنج ہے، غصہ بھی ہے حیرت بھی! وہ بڑے دکھی ہو کر سوچتے ہیں کہ حج کے دوران حاجیوں کے فکر و عمل، قلب و نظر اور جسم و جاں میں جو مثبت انقلاب پیدا ہوتا ہے وہ اتنا عارضی کیوں ثابت ہوتا ہے؟ خدائے بزرگ و برتر کے حضور عجز و انکسار سے جھکنے والی گردن میں سعودی سرحد سے باہر ہوتے ہی ''سریا'' کیوں آ جاتا ہے؟ حاجی صاحب اپنے آپ کو عام لوگوں سے بلند و برتر مخلوق کیوں سمجھنے لگتے ہیں؟ وہی گناہ جو خلوت میں خود ان سے بھی سرزد ہو جاتے ہیں کسی اور کے نام لگ جائیں تو ناقابل معافی کیوں ہو جاتے ہیں؟ باوجود کوشش کے اُن سے یہ گتھی سلجھ نہیں پاتی۔ اس کے لیے وہ قاری کو بھی دعوت غور و فکر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں پوری ''امت مرحومہ'' جس بڑے پیمانے پر انتشار و افتراق میں مبتلا اور جس عمومی زوال و زبوں حالی کا شکار ہے اس پر مصنف کے حساس دل کی گہرائیوں سے بلند ہوتی نوحہ خوانی قاری کی آنکھوں کی نمناک اور حلقوم کو نمکین بنا دیتی ہے۔

جناب یونس بصیر ایک صاحب طرز ادیب ہیں۔ ان کی دل موہ لینے والی طرزِ نگارش اور دلنشیں اسلوبِ بیان، فصاحت و بلاغت کی نئی دنیا آباد کر دیتی ہے۔ اُن کی دلآویز تحریر صفحہ قرطاس پر عقیدت و عبودیت کے ایسے خوش نما رنگ بکھیرتی ہے کہ رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوشبو آئے اور قاری خواب و خیال اور حقیقت و مجاز کی ایسی انجانی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے جسے بیان کرنا ممکن نہیں۔ ہمیں تو ان کی عبارت بھی عبادت کرتی دکھائی دیتی ہے۔ گاہ قیام میں کھڑی ہوئی گاہ رکوع میں جھکی ہوئی کہیں فرشِ حرم پہ سجدہ ریز، کبھی درود و سلام میں غوطہ زن اور کبھی تسبیح و تلبیہ میں موجزن اپنے خالق و مالک کی بے پایاں عنایات و نوازشات پر سراپا سپاس بن جاتی ہے۔ اردو اور فارسی اشعار کے انتخاب و برمحل استعمال میں انھیں یدطولیٰ حاصل ہے۔ شعر کو اس خوبی سے اپنی نثر میں پروتے ہیں کہ وہ انگوٹھی میں جڑا ہوا نگینہ بن جاتا ہے۔ البتہ فارسی دانوں کی گھٹتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ''صحن حرم'' کی آئندہ اشاعت میں فارسی اشعار کی تفہیم کے لیے اُن کے ترجمے کی خصوصی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

عام ڈگر سے بالکل ہٹ کر ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ''خدا کے ہاں نہ دیر ہے نہ اندھیر'' بس ایک شرط ہے کہ مانگیے سلیقے سے، اور مانگنے کا سلیقہ کوئی جناب یونس بصیر سے سیکھے۔ میدانِ عرفات میں حج کی دعاؤں کے بارے میں ان کی تحریر و ترغیب اتنی زود اثر ہے کہ قاری فوری طور پر ان دعاؤں کو حرزِ جاں بنانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ ایک ماہر صیقل گر کی طرح اپنے قاری کی روح اور قلب پر چڑھے رنگ کو انہی دعاؤں سے صیقل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ انھوں نے ''صحن حرم'' کے ذریعے حج کی صحیح ادائیگی اور دورانِ حج پیش آنے والے مسائل و مصائب سے عہدہ برا ہونے کے لیے قابل عمل حل تجویز کیے ہیں۔ حجاج کرام ''صحن حرم'' کو ان شاء اللہ انتہائی مفید کتاب اور معتبر راہ نما پائیں گے۔

دعا ہے اللہ کریم جناب یونس بصیر کو صحت و تندرستی، خیر و عافیت والی زندگی عطا فرمائے، آمین۔

یہ کتاب یونس بصیر، مکان نمبر 71، بلاک K-1 واپڈا ٹاؤن لاہور، کے پتے پر رابطے سے مل سکتی ہے۔

❀❀.....❀.....❀❀

فہرست کتب

۲۹۷ء۳۲ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
ح۴۸ل ارکان اربعہ، ص: ۳۸۳، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۷۹ء

۲۹۷ء۳۲ امام ابن حزم اندلسی، مترجم: غلام احمد حریری
ح۳۴۵م المحلی، ج:۳، دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور ۱۹۸۴ء

۲۹۷ء۳۲ عبدالرشید حنیف
ح۸۲۵ح حقیقت صاع نبوی ﷺ، ص: ۴۸، ادارہ علوم اسلامی سمن آباد جھنگ ۱۹۸۵ء

۲۹۷ء۳۲ محمد فاخر حسین (مجموعہ ۳ کتب)
ح۵۳م (۱) محمدی قانون شریعت، ص:۱۹۲، مطبع یوسفی دہلی۔ س،ن۔ (۲) مجموعہ فتاویٰ، ص:۸۴
(۳) اردو اصولِ حدیث، ص:۲۱

۲۹۷ء۳۲ سید داؤد غزنوی (مجموعہ ۱۳ کتب)
د۴۵م (۱) مسئلہ قربانی، ص:۱۴ ہفت روزہ الاعتصام۔س،ن
(۲) علماء کون ہیں؟ کا جواب باصواب منظور احسن صاحب عباسی
(۳) دعوت حق واتحاد کے متعلق اعتراضات کا جواب، ابوالسلام محمد صدیق فیروز پوری
(۴) مسئلہ نکاح بٹہ کے نزاع میں انعامی چیلنج کے استحقاق کا فیصلہ
(۵) اردو تراجم وتفاسیر، محمد طارق مختار
(۶) خطبہ صدارت مرکزی جمعیت اہل حدیث منعقد لائل پور، اپریل ۱۹۵۵ء اور ۱۲، ۱۳، ۱۴/ اکتوبر ۱۹۵۶ء کا
(۷) داستانِ مغلیہ

(۸) مجدد سبائیت (رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مودودی کی گستاخانہ تنقید) قسط ۱ سے ۷ تک
(۹) مودودی صاحب خود جواب کیوں نہیں دیتے؟
(۱۰) بریلویت کیا سکھاتی ہے؟
(۱۱) مولوی محمد عمر بریلوی اچھروی اور حضرت شاہ ولی اللہ کی شان میں گستاخی
(۱۲) معرکہ توحید وشرک
(۱۳) ابنات الرسول ﷺ
ب.....مقدمہ ڈاکٹر سبطین لکھنوی رقص اور اتباع سنت
ج.....پس منظر اور پیش منظر حکیم فیض عالم صدیقی
د..... بنات الرسول ایک متنازعہ موضوع، ڈاکٹر یاور حسین ساقی
ح.....مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل صاحب مناظر شیعہ
اسی طرح صفحہ نمبر ۵۱ تک شیعوں کے ساتھ مناظرہ کی مکتوبات ہیں۔

۲۹۷ء۳۲ الذہبی
ذ۹۲ل ازرۃ المومن، ص:۳۲، مسجد اہل حدیث فیصل آباد ۱۴۱۸ھ

۲۹۷ء۳۲ ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی
ر۲۸ل اسلام میں داڑھی کا مقام، ص:۳۹، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد۔س،ن

۲۹۷ء۳۲ سید محبّ اللہ راشدی
ر۲۸ن نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ، ص:۱۶، ادارہ امر بالمعروف حسین خانوالہ پتوکی

۲۹۷ء۳۲ عبدالمنان راسخ
ر۲۵۴آ آپ پر سلامتی ہو، ص:۱۸۹، مکتبہ قدوسیہ لاہور ۲۰۰۶ء

۲۹۷ء۳۲ عبیداللہ عبدالرشید الرحمانی (مجموعہ ۴ کتب)
ر۵۱۴ل (۱) اسلامی فقہ، ص:۱۲۸، المطبعہ العربیہ پرانی انارکلی

لاہور۔س،ن

(۲) صنعت وتجارت کی زکوٰۃ اور سعودی عرب میں اس کا نفاذ، ڈاکٹر یوسف قاسم

(۳) العلم والعلماء، مولانا عبدالرزاق خان رحمانی

(۴) عورت اسلام کی نظر میں، ابوالاعلیٰ مودودی

۲۹۷ء۳۲ مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری

ر۵۱۴ت تحقیق مسفہ، ص:۳۲، مکتبہ السنہ الدار السّلفیہ کراچی ۱۹۹۵ء

۲۹۷ء۳۲ رحیم بخش

ر۵۳ا اسلام کی دسویں اور گیارہویں کتاب، ص:۲۶۸

۲۹۷ء۳۲ مولوی رحیم بخش (مجموعہ ۲ کتب)

ر۵۵ا (۱) اسلام کی تیرہویں اور چودہویں کتاب، مطبع اسلامیہ لاہور ۱۹۰۹ء

(۲) سبیل الرشاد فی تحقیق الذواد والضاد بجواب ضیاء الرشاد، غلام محمد پسروری

۲۹۷ء۳۲ محمد رئیس ندوی

ر۹۳ت تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق، ص:۵۱۶، ادارہ بحوث اسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس ہند ۱۹۸۷ء

۲۹۷ء۳۲ محمد بن جمیل زینو، مترجم: عبدالستار قاسم

ز۹۷۲ت توجیہات اسلامیہ کا ترجمہ اسلامی معاشرت، ص:۲۶۴، جامعہ ستاریہ اسلامیہ کراچی۔س،ن

۲۹۷ء۳۲ ابوزہرہ

ز۶۸د داڑھی کی شرعی حیثیت اور سلف صالحین، ص:۸۸، ادارہ اسلامیات مبارک پور، یوپی ۱۹۹۰ء

۲۹۷ء۳۲ محمد بن جمیل زینو، مترجم: محبوب احمد

ز۹۷۲ا ارکانِ اسلام وایمان، ص:۱۸۴، مکتبہ دارالسلام ریاض۔س،ن

۲۹۷ء۳۲ محمد بن جمیل زینو، مترجم: حافظ محمد عبداللہ

ز۹۷۲ا ارکانِ اسلام وایمان، ص:۲۳۰، دارالسلام لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۳۲ سجاد حمید خان

س۳۱د داڑھی اور رومانٹک بیوی، ص:۱۲۰، سجاد پبلشرز اردو بازار لاہور ۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۳۲ الشیخ محمد حیات السندھی المدنی، مترجم: ابوعبدالکبیر محمد عبدالجلیل

س۹۰۳ت تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی ﷺ وایقاف علی سبب الاختلاف، مکتبہ جلیلیہ سامرور گجرات۔س،ن

۲۹۷ء۳۲ سمعیہ مسعود عبدہ

س۸۹۵۹ا افشوا السلام، ص:۱۱۲، مشربہ علم وحکمت۔س،ن

۲۹۷ء۳۲ السید سابق، مترجم: حافظ محمد اسلم

س۱۱۲ط طہارت کے مسائل، ص:۱۸۴، حدیبیہ پبلی کیشنز اردو بازار لاہور ۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۳۲ عبداللہ سلیم

س۸۶م مجموعۃ الرسائل، ص:۴۳۱، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور ۱۹۹۲ء

۲۹۷ء۳۲ محمد سلیمان اثری

س۸۹و وضو اور اس کے احکام ومسائل، ص:۱۳۳، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور ۲۰۰۵ء

۲۹۷ء۳۲ سید محمد شریف گھڑیالوی

س۴۹ا اسلامی شکل صورت، ص:۱۱۲، مکتبہ سعیدیہ فیصل آباد، ملتان ۱۹۶۰ء

۲۹۷ء۳۲ نواب سید صدیق حسن خان

ص۵۳م مسلمان کے روز وشب، ص:۴۷، مکتبہ المنیر ۱۳۸۴ء

۲۹۷ء۳۲ حکیم محمد صادق سیالکوٹی

ص۲۱ر ریاض الاخلاق، ص:۳۰۳، نعمانی کتب خانہ لاہور اگست ۲۰۰۴ء

❀❀.....❀.....❀❀

جامعة العلوم الإسلامية

۷۹ - ایف - گلشن راوی لاہور میں

داخلہ آخر شوال تک جاری رہے گا

خصوصیات

- ☑ شہر کے قریب ترین علاقہ
- ☑ قیام اللیل کی ترغیب وتحریص
- ☑ عصر کے بعد طلبہ کی تفریح کے لیے کھلے پارک
- ☑ صاف ستھرا ماحول، کھلی فضا
- ☑ قیام وطعام اور علاج معالجے وغیرہ کی سہولت
- ☑ طلبہ کی اخلاقی تربیت اور اصلاح اعمال
- ☑ محنتی اور خوش اخلاق اساتذہ کرام
- ☑ درس نظامی کے طلبہ کو ماہانہ وظائف
- ☑ تدریسی اوقات کی پابندی اور مطالعہ کتب کی نگرانی
- ☑ طلبہ سے دلی محبت رکھنے والی انتظامیہ

شعبہ جات

- درس نظامی: ابتدائی چار کلاسوں کا انتظام
- تجوید وقرأت: درس نظامی کی ابتدائی دو کلاسوں کے ساتھ روایت حفص مکمل کروا کر تجوید کی سند دی جاتی ہے۔
- تحفیظ القرآن: اس شعبے میں بہترین اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں اور کسی حافظ کو اس کی منزل کی پختگی کے بغیر سند نہیں دی جاتی۔
- ناظرہ قرآن: اس شعبہ میں کسی بیرونی یا مقامی بچے کو ہمہ وقتی داخلہ نہیں ملے گا۔ مقامی ناظرہ بچوں کے لیے مستقل استاد کا انتظام ہے۔
- سکول کی تعلیم: بچوں کے لیے اردو، انگریزی اور ریاضی کی تعلیم کے لیے ماہر استاد کا انتظام ہے۔
- فنی تعلیم: مستقبل میں معاش کے پیش نظر طلبہ کی الیکٹریشن کے فن کی تربیت کا انتظام کیا گیا ہے۔

نوٹ ہر بچہ داخلے کے لیے اپنے والد/سرپرست کو ہمراہ لائے۔ داخلہ فارم پر کرنے کے بعد داخلہ ملے گا۔

الداعی الی الخیر

مدیر: مرکز ادارۃ الاصلاح وجامعۃ العلوم الاسلامیہ

محمد عزیر جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث

79 ایف گلشن راوی لاہور

فون: 042-7410587

موبائل: 0300-4162886